

الْإِنْصَارُ فِي الْأَفْلَالِ

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

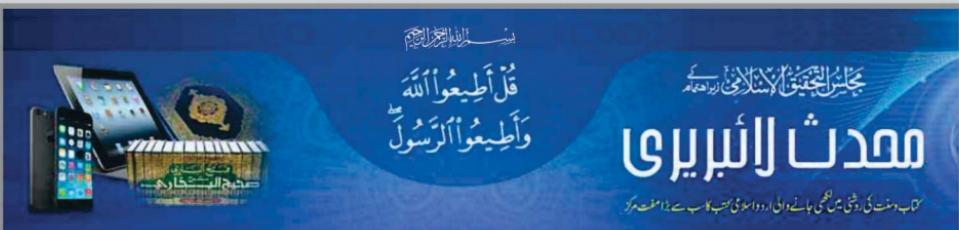
# حَامِمَةُ الْخَرْفَلَا

تأليف

حضرت مولانا عبد الحفيظ محدث كندليوي رحمه الله عليه

١٣٨٢  
٦١٩٤٢

١٣٩٢  
٦١٨٩٦



## معزز قارئین توجہ فرمائیں

کتابِ مہنت کی روشنی میں لمحیٰ جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا منتظر

- **کتاب و سنت ذات کام** پرستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
  - **بیانات التحقیق الislamی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصریق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
  - **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنهی

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر متعلق کتب ناشرپن سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com  
🌐 www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
اللّٰهُمَّ بارعافْنَاهُ تَطْبِعْنَاهُ وَلَا مُنْتَرْنَاهُ

# الْأَنْصَارُ الْمُجَاهِدُونَ

لِكُلِّ شَيْءٍ

# حَامِمَةُ الْجَهَنَّمِ

تألیف

حضرت لَنَا عَبْدُ الْجَبَارِ مُحَمَّدُ كَهْنَدِيلْوَى، حَالِشَّتَّى عَيْدَ

ج ۱۳۸۲  
ھ ۱۹۴۲

ج ۱۳۸۲  
ھ ۱۸۹۶

ناشر:-

ائیں عبد اللطیف، محمد البرانید پیمنی فریر رو ॥ کراچی

# فہرست

۴۱	تعداد رکھات تراویح منورہ	۳	کچھ اس کتاب کے بارے میں
۴۲	علمائے خفیہ کی تائید	۴	حضرت مؤلف کے غنچہ حالات
۶۹	نماز میں پاؤں ملا کر کھڑے ہوتا	۱۱	مقدمہ
۷۳	نماز عصر کا وقت ایک مثل پر فجر کی جماعت کھڑی ہونے } پرستیں من nou ہیں } ایک مجلس میں تین طلاق	۱۲	عقائد اہل حدیث (توحید)
۷۵		۱۳	اتباع قرآن و حدیث
۷۹		۱۶	تقلید شخصی
۸۶	سواد اعظم کی پیروی	۲۰	علمائے خفیہ کی تصریحات
۹۰	کتب حدیث و محدثین علمائے اخاف کا تبصرہ	۲۰	سائل اہل حدیث (نمازِ محمدی)
۹۸	تصیح و توثیق میں اختلاف محدثین	۲۰	نفعی نیت بدعت ہے
۱۰۳	ایک شکایت اور افسوس	۳۳	سینہ پر بانٹھ باندھنا
۱۰۴	ایک شکایت کچھ حصہ پبل و دوسروں کی خات	۳۰	قرادت فاختہ خلف الام
۱۰۶	یقین اہل حدیث اور فرقہ ناجیہی	۳۵	آئین باب مجرم
۱۱۱	اوقت اذان اہل حدیث } او علمائے اخاف }	۵۰	مشکل رفع الیدين
۱۱۳	آخری درود مذاہ گزارش	۵۶	علمائے اخاف اور مشکل رفع الیدين
		۵۸	تعدا و تکبیرات عیدین
			عورتوں کا عیدین میں جانا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
لَا إِلٰهَ إِلَّا ہُوٰ

## کچھ اس کتاب کے بارے میں

حضرۃ الاستاذ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی تغمدۃ اللہ بغفرانہ مسلمانوں کی آپس کی ناقصانی پر بہت کڑھتے تھے اور امت میں وحدت کے متنبی تھے اور اس سلسلے میں یہ درود مذکور راتے رکھتے تھے کہ کم از کم بر صغیر کے اہل تعلیم اور اہل حدیث کے لیے لوضروری ہے کہ وہ فقیہ اختلافات میں انتہاء پسندی سے احتراز کریں اور کہ سلف صالحین میں مختلف فیہ مسائل پر عمل کرنے کو باہمی شقاق کا سبب نہیں بننے دینا چاہیے لہذا اگر کوئی شخص اپنا عقیدہ ظواہر قرآن و حدیث پر رکھتا اور حدیث صحیح پر عمل کو اپنا شیوه بناتا ہے تو برادر ان اخاف کو چاہیے کہ برداشت فرمائیں اور برادر اہل راست عمل بالحدیث کرنے والوں سے کوئی رکھیں نہ ان سے غیریت بر تین جیسا کہ جماعت اہل حدیث کا عمومی طرز عمل حضرات اخاف کے ساتھ ہے۔

اسی جذبہ کے تحت حضرۃ الاستاذؒ نے بعض نمایاں اختلافی مسائل اور ان متعلقہ بعض مباحث پر مشتمل یہ کتاب الانصارات لوضع الاختلاف یعنی "خاتمة اختلاف" تالیف فرمائی جس میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے طور پر طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ علمائیں بالحدیث کے یہ مسائل اپنے اندر دلیل کی ایسی قوت رکھتے ہیں کہ وسیع النظر اور اہل دل علمائے خفیہ بھی جس کا لوہا مانتے ہیں ان فضلاء میں قدمائے اخاف کے علاوہ اپنے معاصر علماء خفیہ کی تالیفات کو بھی سامنے رکھا ہے۔ چنانچہ ایسے افضل کی تحریریں ان میں متداول اور سلمہ کتابوں کے حوالوں سے مولانا نے اس کتاب میں جمع کر دی ہیں۔

یہ کتاب پچاس سال کے لگ بھگ (۱۳۵۶ھ) پرے (متحدة ہندوستان میں) طبع ہوتی تھی اور اہل نظر علموں میں اس سعی مبارک کو متین قرار دیا گیا تھا۔

جس مقصد کے لیے یہ کتاب تالیف کی گئی ظاہر ہے پاکستان میں اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے اور مدت سے محسوس بھی کیا جا رہا تھا۔ نظر بریں صاحبزادہ گرامی قادر مولانا حافظ قاری عبد الخالق صاحب رحمانی حفظہ اللہ واطال بقاء نے کتاب کی طباعت ثانیہ کا کام راقم ناکارہ کے پسرو فرمایا۔

خیال ہوا کہ صفت صدی کے بعد طبع ہونے والی کتاب پر ایک نظر تو ڈالی ہی لیں چاہیے گو وہ سرسری کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس کے تیجے میں مکملہ مصادر کی طرف مراجعت کر کے حوالوں کا مقابله کیا گیا۔ بعض عبارتوں کے ترجیح کیے گئے جو سائبنت اشاعت میں نہیں تھے نیز بعض جگہ عنوانوں، ترجموں اور مؤلف کی عبارتوں کی تتفق و تہیل کی گئی اور بعض مقامات پر حضرت مؤلف کے نقطہ نظر کی دضاحت میں متن اور حواشی میں اضافے بھی کرتے پڑے لیکن ان کو امتیاز کے لیے ہلابین (بریکیٹ) کے دریں کر دیا گیا ہے

نامہ موضوع کتاب پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ شروع میں لفجوئے عند ذکر الابوار تنزل الرحمة حضرت مؤلف کے مختصر حالات دے دیے گئے ہیں کی مالا بدل لکھ لایتے رہ لکھ دعا ہے، اللہ پاک اس کتاب کو اپنے بندوں کے لیے مفید بنائے اور حضرت تاری صاحب موصوف اور محترم ایں حاجی عبد اللطیف محمد اکبر صاحب کو جزاۓ خیر سے نوانے جن کی ساعی سے یہ کتاب دوبارہ منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ کثرا اللہ فینا امثالهم وفقنا کلنا الما يحبه ويرضاها۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم صلواتہ وسلام اکثیر کشید۔

**خاپکا ناہل اللہ**

خاکسار: محمد عطا اللہ حنفیت لا زال علیہ فضل اللہ  
ناظم المکتبۃ التلیفیۃ لاهور  
جاءی الاخیری ستمبر ۱۹۴۸ھ (رمذان ۱۴۲۷ھ)

محکم دلائل وبرائین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## حضرت مولف کے مختصر حالات

نام اور مولد عبد التجیار نام، ابو محمد کنیت، والد کا اسم گرامی دادا بخش (حکیم) اور جد کرم جمال الدین خاں مرحوم تھے۔ آبائی کار و بار تجارت تھا۔ راجپوتانہ (ہند) کے ایک شہر کھیتڑی ضلع جبے پور میں تقریباً ۱۸۹۶ء (ھجری ۱۴۷۳ھ) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت مقامی طور پر، ناظرہ قرآن مجید، حافظ اللذخشن سے پڑھا۔ پر امری تک سکول میں تعلیم پائی۔ اس کے ساتھ گھری میں، دینی مسائل اور ابتدائی فارسی و صرف و نحو اپنے والد صاحب سے حاصل کیے۔ شرافت و نسبت درثے میں ملی تھی، ذہن رسما پایا تھا۔ خوب توجہ سے پڑھتے۔ کھیل وغیرہ کی طرف میلان نہ تھا۔

تعلیمی سفر والد صاحب کو آپ کی دینی تعلیم سے بہت شفقت تھا۔ چنانچہ ہونہار فرزند کو دہلی بیج دیا گیا۔ جہاں کئی سال رہ کر دہاں کے مشاہیر علماء اہل حدیث سے آپ نے عربی اور دینی علوم حاصل کیے۔ مزید تکمیل و تحصیل کے لیے آپ نے پنجاب میں لکھوکے ضلع فیروز پور پنجاب) اور روپڑ (ضلع انبار) کے سفر کیے اور دہاں کئی سال گزارے۔ اساتذہ آپ کے سب اساتذہ علوم و فنون میں اپنے دور کے اساطین تھے۔ اسماۓ گرامی یہ ہیں۔

مولانا عبد الوہاب صاحب جھنگوی شم الدہلوی، مولانا عبد الوہاب (نابینا) دہلوی، مولانا احمد اللہ دہلوی، مولانا حافظ عبد الرحمن پنجابی شاہ پوری (برادر مولانا فقیر اللہ مدرسی) مولانا عبد الرحمن ولایتی، مولانا محمد شرف الدین (پنجابی) دہلوی، مولانا حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی، مولانا عبد القادر صاحب اور مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوکی

رحمہم اللہ اجمعین۔ اول الذکر سے صحاح شنہ وغیرہ پڑھیں اور انھیں سے حدیث میں فارغ التفصیل ہوئے۔ علاوہ ازیں مشہور حدیث مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (شارح جامع ترمذی) کے ممتاز تلمذہ میں آپ کا بھی شمار ہے ملاحظہ ہو (مقدمہ تحقیقۃ الاصحیہ ص ۲ طبع دہلی)

درسِ نظامی کی تکمیل کے یہ سب مراحل ۱۹۱۴ء (۱۳۳۷ھ) میں طے کریے۔  
مسند تدریس و تعلیم پر | اب آپ نے تدریس و تعلیم کے لیے زندگی وقف کرنے کی ٹھانی۔

چنانچہ کھنڈ بیہ (مدرسہ اشاعت القرآن والسنۃ اور مصباح العلوم) دہلی (مدرسہ حمیدیہ، مدرسہ دارالاسلام اور مسجد کلال) جامع اہل حدیث رنگوں (برما) دریجنگہ (بہار، دارالعلوم احمدیہ پلیفیہ) لاہور (دارالحدیث مسجد چینیانوالی) اور دارالصلوٰۃ تقویۃ الاسلام) اور کاظم ضلع ساہی وال (مدرسہ دارالحدیث) وغیرہ مدارس (ہندوپاک) میں کم و بیش ۵۰ سال تک برابر پورے انہاک سے خوب پڑھایا چنانچہ اس درت میں سینکڑوں طلباء و شاگین آپ کے فیض علمیہ سے مستفیض ہوتے۔

طریق تدریس بہت دل آویز تھا۔ پوری کوشش فرماتے کہ طالب علم کے ذہن میں بات اتر جائے تھیق سے پڑھاتے اور یہی ذوق طلباء میں پیدا کرنے کا داعیہ رکھتے تھے جس کی وجہ سے شائع طلبہ کشاں کشاں آپ کے درس میں آتے تھے۔ دہلی، بیوادا یوپی، بہار، آسام، بنگال اور پنجاب وغیرہ دور دراز علاقوں کے طلباء آپ کے ہاں ہوتے تھے۔ مطالعہ آپ کی غذا تھی۔ یہی بات اپنے تلمذہ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ تلمذہ جس شخصیت نے تقریباً نصف صدی تک پاک و ہند کے بہت سے مدارس میں متواتر پڑھایا ہو ظاہر ہے اس کے تلفظ کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز ہی ہو گی اور پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوں گے لیکن افسوس ہے ان کی تفصیل جھیا ہوتی بہت مشکل ہے۔

تاہم اپنے علم کی حد تک چند سر برآورده پاکستانی تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ قاری عبد الحافظ رحمانی مدظلہ (کراچی) مولانا حافظ محمد اسماعیل ذیبح مرحوم امرتسری (راولپنڈی) مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہ شیخ العثمدار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور، مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بھٹوی مدظلہ صدر مدرس مدرسہ اہل حدیث کامونیکی مدڈی (گوجرانوالہ) مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب صافوی فیروز پوری مدڈی (صلح مدنی) مولانا محمد راسخ صاحب خائف (کراچی) نیز اس خاکساری یچھا ان راقم کو بھی حضرت سے شرفِ تلمذ حاصل ہے و اللہ الحمد۔

علاوہ ایس آپ کے تلامذہ بھگال (مغربی و مشرقی) میں بکثرت ہوں گے۔ ہندوستان کے اس قصبه میں جس کی طرف آپ منسوب ہیں۔ کھنڈلیہ۔ وہاں آپ کے بھانجے مولانا عبد الجمی صاحب اور ایک لڑکا مولوی محمد صاحب کے علاوہ بھی کافی آپ کے شاگرد ہیں۔ پاکستان میں آپ کے دو لڑکے مولوی حکیم عبد المالک صاحب اور مولوی عبد القبار صاحب (اکاڑہ) نے بھی دینیات کی کتابیں آپ سے پڑھی ہیں۔

ذوقِ تحریر اور تایفیات ہمارے مولانا گوشہ و روز تدریس میں منہک رہتے تھے۔ لیکن شغف تحریر و تایف سے بھی تھا۔ مطالعہ بھی وسیع تھا۔ اخبار اہل حدیث اور "تسلیم اہل حدیث" روپریاضہ امرتسر کے علاوہ انبیاء "محمدی" دہلی (ہند) اور "الاعتصام" لاہور میں مختلف عنوانوں پر آپ کے بہت سے مضمایں شائع ہوتے رہے جن کو اگر جس کیا جائے تو ایک جلد تیار ہو سکتی ہے۔ درج ذیل کتابیں اور رسائل الگ سے بھی طبع ہوئے۔

- ازالۃ الحیرة عن فقاہۃ ابی هریرۃ (عربی) - ۲۔ التبیان فی مسئلۃ الایمان (عربی) - ۳۔ اظہار حجۃ اللہ علی ملاعنة عظمت اللہ معروفة به نسبت محمدی (اردو)
- مقاصد الامامة - ۵۔ اتمام الحجۃ (یہ وتوں اردو رسائل جماعت "غرباء اہل حدیث" دہلی کے مسئلہ امامت سے متعلق ہیں) - ۶۔ الانصاف فی رفع الاختلاف (اردو)۔ یہ کتاب جو آپ کے

سامنے ہے)۔ ۴۔ مقدمة صحیح بخاری (عربی۔ صحیح بخاری سے تعلقہ مباحثت پر فصیل اور علمی کتاب)

۵۔ حاشیہ صحیح بخاری (عربی۔ آخری ایام میں شروع کیا تھا چند الاباب تک پہنچ کر رہ گیا)۔

آخرالذکر دونوں غیر مطبوع ہیں۔

**مذکرات** مولانا مطاع العز کے بہت عادی تھے پھر آخری ایام حیات تک یہ طریقہ رہا کہ مطاع العز کے دوران فوائد نادرہ جو سامنے آتے ان کو اپنی بیاض میں محفوظ کر لیتے تھے اور یہ علمی فوائد ہر قسم کے ہیں۔ تفسیری، حدیثی، لغوی، نحوی و صرفی، ادبی، کلامی، تاریخی اور شعرو شاعری (عربی، فارسی، اردو) وغیرہ پر مشتمل۔ اس قسم کے بیاض آٹھو س کے قریب ہیں۔ درس تفسیر و حدیث میں مناسب مقامات پر طلباء کو بھی ان سے مستفید فرماتے تھے۔ اگر ان بیاضوں کو یک جام ترب کر دیا جائے تو بیک نظر اندازہ ہو جائے گا کہ کس ذوق و انہما کے ساتھ کم و بیش چالیس برس تک کہاں کہاں سے یہ تنکے مولانا نے فرمای کر کے تحقیق و تدقیق اور معلمات کا حامل یہ مرقع طلباء اور اہل علم کے لیے تیار کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرتؐ کے ذخیرہ کاغذات میں مشاہیر علماء، مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی، مولانا محمد شرف الدین دہلویؐ، مولانا احمد اللہ دہلویؐ، مولانا محمد زکریا حنفی سہارنپوری مدظلہ، مولانا عبد الجلیل سامروڈیؐ، مولانا عبد اللہ رحمانی مدظلہ، مولانا محمد اسماعیلؐ (گوجرانوالہ) مولانا حافظ محمد صاحب گوندوی مدظلہ کے مکاتیب کا ایک ذخیرہ بھی ہے جو صحاح رشتہ کے مشکل تدریسی مقامات وغیرہ کے حل پر مشتمل ہے۔

**اخلاق** شخصیت بارعب اور وجیہ تھی، بودباش سادہ، لیکن نفیس، قناعت پسند، فقر و درویشی کا مرقع، خاموش طبع، خلوت گزیں، متدين عوام سے رابطہ کو ترجیح دیتے تھے۔ دینی معاملات میں غیور اور ارباب دولت سے نفور تھے۔ طلباء پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان کو اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کی علمی اور اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے۔ مزاج منجاناں مرنج اور معتدل پایا تھا۔ دہلی اور بیجا باب میں علماء کے

در میان متعدد علمی ہنگامے ہوئے مگر ان سے مولانا دامن کشاں رہے، ہم ترن تدریس و تعلیم میں انہاک رکھا، ذوق، خالص علمی اور تحقیقی تھا۔ حدیث اور اس سے متعلقہ نلوم پر نظر و سیع تھی تاہم تو ارضع واکسار حدود رجہ کا تھا۔ تحقیق و تدقیق کے سلسلے میں کسی بھی صاحب علم و نظر سے بلا جھکا اور بلا تعصب استفادہ سے عارز تھا گوئمر میں کم اور دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ فقة الحدیث میں خاص درک حاصل تھا۔ مختلف فیہ اور فقہی مسائل پر بہت عبور تھا جیسا کہ ان کے مقالات اور تالیفات سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ غرض کہ ہمارے مولانا اخلاق و عادات اور شب و روز کے معمولات اور تعلقات میں ہمارے اسلامِ کرام کا نمونہ تھے

وفات | وفات سے تین سال قبل ایک سخت چوت لگنے سے آپ اکاڑہ میں صاحبِ فراش ہے تاہم اس حالت میں بھی تدریس و حدیث شریف کا سلسلہ برابر جاری رہا تا آنکہ اوائل ۱۹۴۲ء میں فاریج کا شدید حملہ ہوا۔ چند ماہ بیمار رہ کر ۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ (۲۷ اگست ۱۹۶۲ء) ہفتہ کے دن انسقال فرمائے۔

ہر گست کو جنازہ ہوا جو خاصہ بڑا تھا بکثرت عوام کے علاوہ آپ کے تلامذہ اور علمائے کرام بھی بہت سے موجود تھے۔

استاذنا مولانا حافظ محمد صاحب گوندوی متغنا اللہ بطول حیات نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور اکاڑہ میں مدفن ہوئے۔

وَهُذَا أَخْرَمَا زَرْدَتْ جَمِعَهُ مِنْ تَرْجِمَتِهِ رَحْمَةُ اللَّهِ رَحْمَةٌ وَاسِعَةٌ . وَإِنَّا تَلَمِيذًا  
الْعَاجِزَ مُحَمَّدَ عَطَاءَ اللَّهِ حَنِيفَ الْفَوْجِيَانِيَ كَانَ اللَّهُ لَهُ

لہ الاعتصام" موزعہ، دسمبر ۱۹۶۹ء و ۲۳ اگست ۱۹۶۷ء اور حضرت کی ذاتی یادداشتوں سے مأخوذه، اپنے د مردم کی خدمت سرگزشت خود مولانا نے اخبار الحدیث امرس ۱۹ جو دی ۱۹۴۳ء میں کحمدی تھی اگرچہ ان کی وفات ۱۹۶۷ء کے تربیب کی ہے۔

الحمد لله رب العالمين  
صلوات الله وآياته على سيد الأنام والذى فرض طاعته علينا إلى يوم القيمة وعلى الله  
والسلام على خاتم النبيين سيد الأنام الذي فرض طاعته علينا إلى يوم القيمة وعلى الله  
والصحابه البررة الكرام وعلى اتباعه الاشته من الصحديين والفقهاء العظام - اما بعد

## مقدمة

الحمد لله الذي هدانا إلى الإسلام وأمرنا باخذ كتابه بالاعتصام والصلة  
والسلام على خاتم النبيين سيد الأنام الذي فرض طاعته علينا إلى يوم القيمة وعلى الله  
والصحابه البررة الكرام وعلى اتباعه الاشته من الصحديين والفقهاء العظام - اما بعد  
بِرَوْرَانِ مُلْتَ وَبِزَرْگَانِ قَوْمٍ ! آجَ كُلَّ أَهْلِ إِسْلَامٍ كُوْجَنِ مَصَابٍ وَكَالِيفَ كَاْنَا  
ہور ہا ہے وہ آپ حضرات سے مخفی نہیں۔ اگر ایک طرف انگیار، اسلام کے فوائد چھو کو بنا  
دکھلار ہے ہیں، تو دوسری طرف مدعاں اسلام و حامیانِ ندیب ہیں وہ آپ کی ناتائقی و  
تفرقی کے شکار ہو رہے ہیں۔ چنانچہ رات دن جو ہمیں میں دال بٹ رہی ہے۔ ایک مسلم دوسرے  
مسلم کی تحقیر و نذیل کے درپے ہو رہا ہے۔ اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ ایسے وقت میں ایک  
ایسا رسالہ لکھا جائے جس میں مسائل اخلاقیہ کو احسن طریق سے بیان کیا گیا ہو لیعنی قرآن و حدیث  
کو ذکر کرتے ہوئے تائید میں بزرگان احاف (جن کی بزرگی اور تقویٰ آج دنیا میں مشور و معروف  
ہے) کے اقوال بھی پیش کیے جائیں تاکہ جو طبائع سلیم الفطرت ہیں ان پر یہ واضح ہو جائے کہ  
یہ آپ کی منافرت و ناصحت جو مابین الحدیث و احادیث پیدا ہو رہی ہے وہ صرف تعجب  
اور ہمیلت کا نتیجہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ رسالہ ہدایت مقامہ دو باب اور کئی ذیلیں مصلوی  
پر مرتب ہو گا۔ گریبی اندز ہے عز و شرف۔ ان اریڈ الاصلاح دما  
 توفیقی الا بالله عليه توکلت والیہ انتیب۔

مؤلف

محمد الرافعی مفتی

# بَابُ اَوْلَىٰ

## عِقَائِدُ الْمُهَاجِرِ حَدِيثُ كَابِيَانٍ

تَوْحِيدُ بَارِي عَزَّ وَجَلَّ | جاننا چاہیے کہ ہمارے نزدیک جب تک کوئی شخص پورا کلمہ توحید اشہدان لا إله إلا الله وَاشہدان محمد رسول الله نہ پڑھے گا وہ مسلم نہیں کیونکہ اسلام میں جہاں اقرار توحید الہی ضروری ہے وہاں اقرار رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضروری اور لازمی امر ہے۔ اور جیسے وجود باری کا ماننا ضروری ہے ویسے ہی اس کی جملہ صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا اقرار بھی لابدی امر ہے اور اس کی جملہ صفات کمالیہ مخصوصہ میں کوئی مخلوق اوس کی سہیرو شریک نہیں۔ چاہے وہ مخلوق نبی ہو یا ولی یادیو ہو یا پری اور اس کی ذات ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش غلیم پر ہے۔ تاہم اس کا علم ہر جگہ ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے اور سب کی باتیں سنتا ہے۔ یہاں تک کہ چونٹی کے پیر کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ اس کی قدرت و سلطوت ہر ایک چیز پر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور جو چاہے گا سو کرے گا اور جو چاہا سوکی۔ عبادت و بندگی اسی کی فرمات وحدت کے لیے ہے جو ہی اپنے بنیوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ وہی نفس و نقصان کا مالک ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کو کسی نبی ولی یادیو پری میں خیال و اعتقاد کرے گا وہ ہمارے نزدیک مشرک ہے۔ ہم تمام صفات خدا تعالیٰ کو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں بلکہ و بلاشبیہ و بلا تاویل و تعطیل تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ جیسے سمع پھر و ید و قدم و حسک و تجھب وغیرہ۔ اور قریب قریب یہی اعتقاد دیوبندی حضرات کا ہے چنانچہ مولانا ابشرف علی صاحب حنفی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں۔ ”اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اس نے کسی کو جنانا نہ وہ کسی سے جنگا گیا نہ اس کی کوئی بی بی ہے اور کوئی اس کے مقابل کا نہیں وہ زندہ ہے۔ ہر چیز پر اس کی قدرت ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔“

وہ سب کچھ دیکھتا ہے نہ تھا ہے۔ کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں۔ جو پاہے کرتا ہے۔ اس کی روک لوگ کرنے والا کوئی نہیں۔ وہی پوچھنے کے قابل ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے باادشاہ ہے۔ سب علیبوں سے پاک ہے۔ وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے۔ وہی عزت والا ہے بڑائی والا ہے ساری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا بخشنے والا ہے زبردست ہے بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے۔ جس کی روزی چاہتے تگ کر دے اور جس کی چاہے زیادہ کر دے جس کو پاہے ذلت دے انصاف والا ہے بڑے تحمل و برداشت والا ہے خودت عبادت کی قدر کرنے والا ہے۔ دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ سماں والا ہے وہ سب پر حاکم ہے اس پر کوئی حاکم نہیں۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں وہ سب کا کام بنانے والا ہے اسی نے سب کو پیدا کیا۔ وہی قیامت میں پھر پیدا کرے گا۔ وہی جلتا ہے وہی مارتا ہے اس کو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں۔ اس کی ذات کی باریکی کوئی نہیں جانتا۔ (بہشتی زیر

حصہ اول ص ۳۴۳ با اختصار یہ مطبوعہ اشرف المطابع)

سید طائفہ دیوبندیہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حنفی فرماتے ہیں:-

”غیر مقلدین کا اہل سنت سے کسی اتفاقاً دی امر میں اختلاف نہیں اس لیے یہ لوگ اہل سنت

ہیں اور ان کے پیچے اقتدارست ہے فتاویٰ رشیدیہ ص ۲ جلد ۲)

اتباع قرآن و حدیث | ہمارا اتفاقاً ہے کہ مسلمان پر صرف قرآن و حدیث کی پیری کرنا

الازمی اور ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

قُلْ إِنَّمَا تَحْسُونَ اللَّهَ فَآتِيْكُمْ يُحِيدُكُمُ اللَّهُ وَيَعْفُرُكُمْ ذُوبَرُكُمْ

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران : ۳۱)

”کہ دے تو اگر ہوتم چاہتے اللہ کو تو پس پیری کرو یعنی چاہتے گا تم کو اللہ اور عیش دے گا

گناہ تحرارے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان۔“

دوسری جگہ فرمایا:-

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازِعُوا إِذْ قُضِيَتِ الْحَدَّةُ هُبَّ بِرِيمَمْ (الأنفال: ۷۰)

”مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانا وار آپس میں مت ہجگڑو  
(ورنہ) بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری قوت جاتی رہے گی۔“

ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی کرنا ہر مسلم پر ضروری ہے۔ اسی لیے جماعت اہل حدیث کا مطیع نظر اور دستور العمل صرف قرآن و حدیث ہی ہے۔ تیسرا کوئی چیز کتب فقہ وغیرہ جو قیاسات فقہاء کا ذخیرہ ہیں مطقاً قابل عمل نہیں ہیں کیونکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں اپنے بندوں کو بتلادیں۔ اب کسی کے قیاسات و مفہومات کی اسلام میں ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا مولوی اشرف علی صاحب حنفی دیوبندی فرماتے ہیں:-  
”عقیدہ غیرہ غیرہ“ :- اللہ اور رسول نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو تباہیں۔ اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔” (بہشتی زیور حصادول منت)

مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب حنفی صدر مدرس مدرسہ امینیہ عربیہ

وہی فرماتے ہیں :-

”خدائے عز و جل کے کلام بالاختتام اور احادیث نیز الانعام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کا اولین فرض یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام اعمال و افعال میں پیش نظر کیجیں اور انہیں کو اپنا تحقیقی رہبر و رہنماء سمجھیں اور اپنی نجات اخروی اور سیات ابدی کو اپنی کے اتباع میں نصیر جانیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و شریعت کے متعلق ہمیں ایسی کامل و مکمل تعلیم دی جس کی نظر صفحات تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ محاش و معاد۔ شادی و غمی

تجارت و حرفت، تمدن و نمودت۔ غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ہمیں اصول کلیہ یا سائل جزئیہ تعلیم نہ دیے ہوں۔  
رسالہ دلیل التحیرات فی ترک المکرات ص ۲۰)

مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم حنفی صدر مدرس مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-  
”کلام صحابی اگر مخالف حدیث ہوا و تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو تو اس کو ترک کرنا چاہیے۔  
اوہ فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مذہب قرار دینا چاہیے۔“ (احسن القری ص ۱۳)  
مولانا مرتضیٰ حسن صاحب حنفی دیوبندی سابق مدرس مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-  
”ہبی تقدماً اور مطاع ہو کر آتا ہے لقوله تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا يَطْعَأْ يَدُهُ  
اللَّهُ“ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی یہے تاکہ باذن اللہ مطاع بنے۔“ اس کا قول فعل  
امت کے لیے محبت اور دلیل اور مشعل ہمایت ہے۔ اگر وہ بھی غلط کاریوں میں مبتلا ہو  
اور اس کا قدم راو راست پر نہ پڑے تو واجب الاتباع نہیں ہو سکتا۔ واجب الاتباع  
اسی کا قول و فعل ہو سکتا ہے جس میں غلطی کا اختلال تک باقی نہ رہے۔ ورنہ جس قول و  
فعل میں غلطی اور صواب کا اختلال ہو اس کو واجب الاتباع کوئی حق پرست کہ سکتا ہے  
رکن تحقیقۃ الکفر والایمان بایات القرآن ص ۲۵

نیز آپ اسی کتاب کے ص ۲۳ میں فرماتے ہیں :-

”یہ سچ ہے کہ حدیث محبت ہے۔ دلیل ہے۔ کلام شارع علیہ السلام ہے۔ اس بنا پر حدیث  
ونقیبین زین و آسمان میں بھی زیادہ فرق ہے۔ وہ کلام نبی ہے اور یہ کلام اُمّتی ہے۔“

اسی کتاب کے دوسرے مقام پر اس طرح رقم طازہ ہیں :-

”علمیہ دیوبند باؤ جو داس عقیدہ کے ان کا ایمان یہ ہے جو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ایک حکم کا انکار کرے (یا) حق نہ سمجھے (یا) حق ہونے میں تردید یا شک کرے وہ ایسا ہی  
کافر ہے جیسا مرزا غلام احمد قادری یا میلہ کذاب اور ابو جہل اور امیتہ بن خلف۔ انسان

کا کوئی عمل اعلیٰ و ادنیٰ جب تک آپ کے حکم کے مطابق نہ ہو قبول ہی نہیں ہو سکتا۔ انتہی“

(تحقیق الکفر والا یمان ص ۵۶ طبع قاسمی دیوبند)

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دیوبندی حضرات کا یہ عقیدہ ہے تو پھر وہ اپنی روشن تقلیدی اور اپنی نسبت مذہبی ایک امتی شخص کی طرف کیوں ضروری سمجھتے ہیں؟ ہاں جماعت الہمیث کا بیشک بی عقیدہ ہے اور اس کے مطابق عمل بھی ہے کیونکہ وہ اپنے لیے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ادنیٰ سنت پر بھی عمل کرنا ضروری اور فخر سمجھتی ہے۔ چنانچہ اسی لیے جماعت الہمیث کی مذہبی نسبت بھی سوائے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی امتی کی طرف نہیں ہے۔ اور علی الاعلان یہ کہتی ہے

بنی کے امتی ہیں ہم نہ کہلاویں کسی کے ہم      کسی کا ہو رہے ہے کوئی بنی کے ہو رہیں گے ہم

حضرت مزا منظہر جانان رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں :-

”ظاہراً است کبر افراد است اتباع پیغمبر واجب است و اتباع سیعیکے ازین المدروج

نیست۔“ (مکتوبات منظہر ص ۲۹)

اور اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں :-

”مناصیان ما را ہمیں وصیت جامیں کافی است کہ تادم اخیر در اتباع سنت بکو شد و مقصود

حقیقی غیر ارتقا تعالیٰ را و متبع واجب الاتباع غیر از رسول اللہ علیہ وسلم بانداشت۔“

(وصیت نامہ فارسی ص ۷)

مولانا احمد علی صاحب حنفی لاہوری فرماتے ہیں وہ

”براد راں اسلام! اسلام کا صحیح راستہ وہی ہے جو سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین

محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سکھایا اور جس پر چل کر ان بزرگوں نے

اللہ تعالیٰ کے دربار سے رضی اللہ عنہم و رضوا کا مبارک تمحقر قرآن مجید میں پایا۔“

(رسال اصلی خفیت ص ۳۳۰-۳۲)

**تقلید شخصی** اسلام میں تقلید شخصی کا ہرگز وجود نہیں ہے بلکہ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کو اجراً رہبان کی تقلید شخصی اختیار کرنے پر سخت مذمت فرمائی ہے اور فرمایا:-

إِنَّهُمْ وَالَّذِينَ وَرَدُوا عَلَيْهِمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ۔ الْآيَةُ (۳۱)

"یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے تعلیم یافتہ اور پیر و مرشد حضرات کو سوائے اللہ کے رب بنا رکھا ہے"

ان کا یہ رب بنا ناصف تورات و انجلیل کے خلاف اپنے مولویوں اور درویشوں کی حرام و حلال میں تقلید نا سدید کرنا تھا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں تفصیلاً اس کا

لہ وہ تفصیل حدیث یہ ہے:-

عَنْ عَدَىٰ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيْنَقِيْ مَلِيبَ مَنْ ذَهَبَ فَقَالَ يَا عَدَىٰ إِطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَقْنَ وَسِمْعُتَهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٍ (إِنَّهُمْ أَنْخَدُوا أَحْبَارَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ) فَقَتَلَ إِنَّهُمْ نَمْ يَعْبُدُونَهُمْ فَقَالَ أَمَّا إِنَّهُمْ سُمْ يَكُونُونَ أَيْمَدَ وَنَهْمَ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُوا شَيْئًا إِسْتَحْلَوْهُ وَإِذَا حَرَمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَمُوهُ فَذَلِكَ عِبَادَتُهُمْ إِيَّاهُمْ (جامع ترمذی و تفسیر ابن کثیر ذیل سورۃ البراءۃ بحوالہ مسند احمد و ابن حبیر)

"یعنی حضرت عدی بن حاتم طائفی جب سلطان ہونے کے لیے بارگاہِ ثبوت (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہوتے تو ان کے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا عدی! اس بنت کو پھینک دو۔ آپ اس وقت سورۃ براءۃ کی یہ آیت تلاوت فرمادار ہے تھے (جو تم ذکر ہے) یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے پڑھے لکھے لوگوں اور (ترک دنیا کے ملی) صوفیوں کو اپنا رب بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا" میں نے عرض کیا حضور اولوگ ان کی عبادت تو نہیں کرتے! فرمایا بات یہ ہے کہ ان کے تعلیم یافتہ اور پیر و مرشد حضرات جس چیز یا عمل کو حلال کر دیتے۔ یہود و نصاریٰ کے عوام ان کی اتباع (باتی بر صفحہ آئندہ)

بیان ہے۔ علاوہ ازیں تقلید شخصی کی صراحت تر دیکھو وہ تحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے:-

عَنْ مَعاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْرِئُنَا

الْعَالَمَ إِذْ يُكْتَمُ رِوَاةُ الطَّبَرَانِيِّ فِي الْأَوْسَطِ

”حضرت معاذ بن جبل صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”دین میں کسی عالم کی تقلید نہ کرو۔“

پیرحضرت عبد اللہ بن مسحود فرماتے ہیں:-

لَا يَقْرِئَنَّ أَحَدٌ ثُمَّ وَيُنْهِيَ الْحَدِيثَ (مجمع الزوائد ص ۲۷)

”دین میں کوئی شخص کسی کی تقلید نہ کرے۔“

علاوہ دوسرے دلائل کے اس سبیث مرفوع اور عبد اللہ بن مسعود سے یعنی تقلید شخصی کی حرمت صريح طور سے علموں ہو گئی۔

پس کہاں ہیں وہ بزادہ احسان ہجۃ علمیہ یعنی کافر بر ت محدث محدث و قرآن سے دینے کے مدعی ہیں۔ وہ دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فیض ترجمان سے اس کی حرمت و ممانعت ثابت ہو گئی۔ فللہ الحمد علی ذلك

علماء حنفیہ کی تصریح کیا ہے [ولما نویت فاضی شنا، اللہ سر رب باقی پیغمبر خلقی]۔ جن کو

مولانا شاہ عبدالعزیز رضا بیٹا اپنے نام کا نیز نقی فرمایا کرتے تھے۔ تفسیر منظہری میں فرماتے ہیں۔

اذا صاح عن احادیث مرفوع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سالما عن المعارضۃ و میظہر لہ ناسخ و کان فتوی ابی حینیۃ رحمه

الله مثلاً خلافہ وقد ذهب على وفق الحدیث احادیث الانہة الاربعة

(تفیییہ عاشیہ صفحہ گزشتہ) میں اس کو حلال سمجھ لیتے تھے (اگرچہ توریت و انجیل کی رو سے وہ حرام ہوا اور جس پیغمبر کو وہ حرام قرار دیتے اس کو حرام سمجھتے (اگرچہ ان کی شریعت میں حلال ہوا) لیکن یہ ان کی عبادت ہے۔“ (ع-ج)

يجب عليه اتباع الحديث الثابت ولا يسنعه الجمود على مذهبه من ذلك كيلا يلزم التخاذ بعضا ربا من دون الله۔ (تفسير مظہری ص ۲۷ ج ۲ طبع دہلی)

”جب کوئی حدیث صحیح مرفوع بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جائے اور معارضہ سے بھی سالم ہو اور اس کا کوئی ناسخ بھی ظاہر نہ ہو۔ اور شلا فتویٰ امام ابو حیفۃؓ کا اس حدیث کے خلاف ہو حالانکہ ائمہ ارجمند سے کسی کا اس حدیث کے موافق عمل ہے۔ تو ایسے وقت میں حدیث صحیح مرفوع پر عمل کرنا واجب ہے اور ایسے وقت میں جو دنہ بھی یعنی تقلید امام کو عمل حدیث سے مانع نہ ہونا پا ہے۔ دریں لازم آئے گا بعض کا بعض کو رب بنانا۔“ مطلب یہ ہے یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء کی اندھی تقلید کر کے ان کو رب بنا لیا تھا۔ اور تورات و انجیل کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ ویسے ہی یہ تقلیدین جامدین بے بصیرت ہیں جو حدیث صحیح مرفوع کو چھوڑ کر اپنے امام کے نزہب پر خلافِ حدیث بھے رہتے ہیں۔ بنابریں ان میں اور یہودیوں عیسائیوں میں عملًا کوئی فرق نہ رہا۔

اللہ عزوجل ہر سلم کو تقلید نا سدید سے بچائے اور اتباع سنت تسبیب کرے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:-

”اکثر تقلیدین خوام بلکہ خوام خواص تقلید پر اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے برخلاف کوئی آئیت یا حدیث کا ان میں پڑتی ہے اور ان کے قلب میں انتشار و انساط نہیں رہتا بلکہ اول استدلال کا قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی نکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بجید ہو خواہ دوسرا دلیل توی اس کے معارض ہو۔ بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو۔ بلکہ اپنے دل میں اس تاویل کی وقت بھی نہ ہو۔ مگر نصرت نہ ہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کریں بعض سن غفت فیہا مثلاً آئین بالجہر و غیرہ پر حرب ضرب کی نوبت آجائی ہے۔ اور

قرآن نلاش میں اس (تقلید شخصی) کا شروع نہ ہوا تھا بلکہ کیف ماتائق جس سے پاہا مشکلہ دریافت کر لیا۔ اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مشکلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہوا اس پر عمل جائز نہیں کرتی وائر و منحصر اس چار میں ہے۔ مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں۔ مکیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ اب ہوئی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے۔ دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جائے تو تقلید شخصی پر تو بھی اجماع (ربھی) نہیں ہوا۔ (تذكرة الرشید ص ۱۳۱)

نیز مولانا موصوف اپنے فتاویٰ امدادیہ کے ص ۹ ح ۳ میں لکھتے ہیں :-

”بعض مقدیرین نے اپنے ائمہ کو معموم عن الخطأ و مصیب و وجایا و مفرض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح خلاف قول امام صاحب کے ہو اور متعدد قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علی خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو ز چھوڑ دیں گے۔ ایسی تقلید حرام اور مصدق قول تعالیٰ اتخاذ و احبار ہم درہ بانہم اربابا من دون اللہ الایتہ اور خلاف وصیت ائمہ رحموین کے ہے انتہی“

مولانا شبیل نعما فی حنفی مؤلف سیرۃ النعماں فرماتے ہیں :-

”لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم امام ابوحنیفہ کی نسبت عام دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے مسائل صحیح اور یقینی ہیں۔ امام ابوحنیفہ مجتہد تھے پتیغیرہ تھے۔ اس لیے ان کے مسائل میں غلطی کا ہونا ممکن ہے۔ نہ صرف امکان بلکہ وقوع کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ خود ان کے شاگردوں نے بہت سے مسائل میں ان سے مخالفت کی۔ بدلت رضاعت۔ قضائیے قاضی کاظم اہل راوی باطنناہند ہونا۔ قتل باشقل۔ نکاح محروم میں حد کا نہ لازم آنا ان تمام مسائل میں ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ کے مذہب کی کوئی صحیح تاویل نہیں ہو سکتی۔ ایسے اور بھی مسائل ہیں“ (سیرۃ النعماں ص ۲۵)

مولانا بحر العلوم عبد العلی حنفی فاضل لکھنؤی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں :-

وَمَا لِاجْتَهَادَ الْمُطْلَقِ فَقَالُوا إِنَّهُ أَخْتَمَ بِالْأَئْمَةِ الْأَرْبَعَةِ حَقِّاً وَجْبَا  
 تَقْيِيدُ وَاحِدٍ مِّنْ هُؤُلَاءِ عَلَى الْإِلَامَةِ وَهَذَا كُلُّهُ هُوَ مِنْ هُوَ سَاتِهِمْ لَمْ يَاتُوا  
 بِدَلِيلٍ وَلَا يَعْبُأُ بِكُلِّهِمْ وَانْمَاهُمْ مِّنَ الظَّنِّ حُكْمُ الْحَدِيثِ أَنَّهُمْ امْتَوَا  
 بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَاضْلُّوا (فَوَاتَّهُ الرِّحْمُوتُ شَرْحُ مُسْلِمٍ الشُّبُوتُ ص ۲۲۵ طبع زكريا<sup>كتاب</sup>)  
 ”بعض لوگوں نے ائمہ اربعہ پر اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کر کے یہ قرار دے دیا کہ ان چاروں سے  
 کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔ لیکن یہ ان کا خیال وہ ہے نفسانی ہے اس پر ان کے پاس کرنی  
 دلیل نہیں اور ان کے ایسے کلام کوئی وزن نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں پر یہ حدیث نبوی صادق  
 آہی ہے کہ بلا علم فتویٰ دینے والے آپ بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔“  
 مولانا ناظمیر حسن صاحب شوق نبیوی خفی حضرت مؤلف آثار السنن فرماتے ہیں :-  
 ”ان اماموں کے اس وقت جو مقلدین تھے وہ علی بسیل الالترا م اں کے مقلد نہ تھے۔ امام مسیح  
 کا تقلید کو کچھ لازم نہیں کر لیا تھا اکثر مسائل کی اتباع کی وجہ سے وہ لوگ ان کی طرف منسوب ہو  
 گئے تھے۔“ (رسالہ و شجرۃ العجید فی ثابتۃ التعلیم ص ۳ لمبع لکھنؤ)

مولانا محمود الحسن صاحب خفی صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں :-  
 ”یہ بات ظاہر ہے کہ بنائے تعلیم بدلالت آیت فاسسلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون  
 و نیز بدلالت عقل فقط اسی امر پر ہے کہ جس بات کو آدمی خود نہ سمجھے اور اس کی فہم کو ہاں تک  
 رسائی نہ کر تو ہبہ ناچاری اس فن کے جانتے والوں کا اتباع کرنا پڑتا ہے یہ نہیں کہ تعلیم فی حد ذاتہ  
 کوئی امر ضروری واجب فی الدین ہے۔“ (الیضاح الادلة ص ۱۷ مطبوعہ دیوبند)

بیز مولانا موصوف اسی کتاب کے ص ۳۹ میں فرماتے ہیں :-  
 ”اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی تعلیم (شخصی) جس کا بنیٰ تعصب پر ہو ہرگز نہ چاہیے یہی  
 وجہ ہے کہ فقہاء حنفیہ نے واضح کشیرہ میں صاجبین وغیرہ کے قول کو محول پر بھٹہ رکھا ہے۔ بلکہ بعض  
 موافق ضرورت میں خاص کیفیت کے ساتھ ائمہ و یگر شدایم شافعی وغیرہ کے قول پر بھی عمل کرنے

کی اجازت دی ہے۔“

(نوف) موقع ضرورت کی مثال میں یہ مسئلہ پیش کرتے ہیں کہ جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو جائے اور وہ خفی مذہب رکھتی ہے تو نہ ہب خفیہ میں اس کے لیے تو برس کی عدت ہے لیکن علماء اخاف کا فتویٰ معمول ہر یہ ہے کہ وہ مالکی مذہب کے قاضی سے فتویٰ حاصل کر کے چار سال پار رہا وس روز انتظار کر کے وہ اپنا عقد شرعی کسی دوسری جگہ کر لے۔ دیکھو فتاویٰ شانی ص ۳۶ ج ۳۔ لیکن طرف یہ ہے کہ خفی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے بھی خفی ہی رہتا ہے اور اگر کوئی الحدیث حدیث بنوی کو مد نظر کر کر کسی قول امام ابوحنیفہ کو چھوڑ دیتا ہے تو برادران اخاف کے نزدیک غیر مقلد لامذہب ہو جاتا ہے فما لهؤلاء القوم لا يكادون یفتهون حدیثا۔

مولانا مولوی منصور علی صاحب حنفی مؤلف لفتح الہمین مراد آبادی فرماتے ہیں :-  
 ”حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص واقع سنت ہو اس کو حنفی یا شافعی بنا کچھ ضرور نہیں۔ اور جو سائل صریح قرآن و حدیث سے مانع ہوتے ہیں۔ ان میں تقلید محض بے اصل اور لغو ہے“ (فتح الہمین ص ۳۷ مطبوعہ عربی دیم لکھنؤ)

مولانا موصوف اسی کتاب کے ص ۳ میں اس طرح ارقام فرماتے ہیں :-  
 ”حاصل کلام یہ ہے کہ خفیہ تقلید شخصی کو علی الاطلاق واجب نہیں جانتے۔ محققین خفیہ نے ان سائل کو جن میں ان کو خلاف حدیث معلوم ہو اترک کر دیا۔ مگر وہ سائل شاذ نہ ہیں“ (فتح الہمین)  
 مولانا عبد الحجی صاحب فاضل لکھنؤی خفی فرماتے ہیں (اپ مشتی ہدایہ و شرح و قایہ ہیں)  
 ”زمانہ سلف میں تقلید کسی امام اور مجتبہ قاضی کی معمول نہ تھی۔ بخشش عامی ہوتا تھا اس کو اختیار تھا کہ زمانہ صحابہ اور تابعین اور تابعین اور ائمہ مجتبیین میں سے جس عالم سے چاہتے وریافت سکیں  
 شرعیہ کر کے موافق اس کے عمل کرتے کوئی اس پر اذکار نہیں کرتا تھا۔“ (مجموعہ الفتاویٰ ص ۳ ج ۱)

مولانا محب اللہ حنفی بہاریؒ کی مسلم الشہرت اور حجر العلوم مولانا حجر العلوم عبد العالیٰ حنفی کی شرح  
میں ہے:-

اذلا واجب الاما واجب الله تعالیٰ والحكم له و لم يوجب على احد ان  
يتمذهب بمذهب رجل من الأئمة فايجابه تشريع شرع جديداً تهنىء

قواعد الرحوموت شرح مسلم الثبوت ص ۶۰ جبع ايضاً

”نهیں واجب مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا اور حکم اسی کا ہے اور نہیں واجب کیا  
اللہ تعالیٰ نے کسی پر کوہ کسی انہم کا نہیں لازم کیا ہے یہ واجب ٹھہرا نا ایک شرع جدید  
پیدا کرنے ہے۔“

مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید دہلویؒ نے وجوب تقلید شخصی کو بعدت قرار دیا ہے:-  
”مثل حکم وجوب تقلید مجتهدے معین از مجتهدین سابقین از قبیل بدعاات است“ (الیصال الحق  
ص ۴۳-۶۳ جبع فاروقی دہلی) آگے چل کر لکھا ہے:-

”ہیں قدر کافی است کہ وقت کے حاجت پیش آیا ذکر کسی از ایشان استفسار کردہ شود تر آنکہ لاراده تقلید  
(شخصی معین از مجتهدین و مشائخ) ہم مثل ایمان بالانبیاء از رکان دین شمرہ شود و لقب حنفی و قادری  
بشاہ لقب مسلمان و سنبی اخلاق کردہ شود و امتیاز از شاعریان و حنفیان مثل امتیاز از فارور و فاض  
از لوازم تمدن شمرده شود و انتقال را از نہ ہے بمنذ ہے یا طریقہ بطریقہ مثل از نداد و ابتلاء و بعی  
موجب تقلیل و تہک معدود کردہ شود یا دعوی اجتماع و ولایت را مثل دعوی نہست یا دعوی امانت  
بطریق لغی بر امام حق باعث قتال و ایام ت قرار واده شود آیا نہی بینی کہ باطاعت قاضی جبراکردن  
میرسد نہ برا طاعت مجتهد کرد حکم قاضی دیگر را ہم نہی رسد چہ بانے کہ آحاد و عایا را بخلاف حکم  
مجتهد کر برہ کے قبول آں واجب نیست لاسیاد و قتنے کا آں کس کہ خود مجتهد باشد کہ اور تقلید  
مجتهد اول اصل جائز نیست بالجملہ غرض ازین کلام آنکہ اشتغال یقینیش خاہہ کتاب و منت  
و تعلیم و تعلیم آں خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضافین آن و سعی در اشاعت آس از جنس

اکل و شرب و بس اس است کہ مدار زندگانی برائیست و اشغال با حکم فقہیہ متبرہ و اشتغال صوفیہ  
نافعہ از قبیل مداوات و معالجہ است کہ عند الضرورت بقدر حاجت بدل آرند و بعد ازاں بکار  
اصل خود مشغول یا شد و عنوان و شعار خود محمد یہ خاصہ و تصنیف تدبیر یا بید و اشتت نتمذہ ہب بہب  
خاص و اسلامک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب و طرق راشل دکا کین عطارین یا بید شمر و خود  
را از منسلکان جند محمدی و محمدیت خاصہ را شعار خود باید کرد و اعتماد نظاہر سنت را کاروبار  
خود باید داشت و احکام فقہیہ را اشغال صوفیہ متبرہ و اسماحت نظاہر سنت را کاروبار  
بقدر حاجت استعمال باید کرد و نا امداد حاجت باں تو غل نبا یکرد انتہی مختصر" (الیضاح الحنفی)

### الصريح في أحكام الميت والضريح ص ۶۶، ۶۷)

(یعنی آتنا کافی ہے کہ ضرورت پیش آئنے پر کسی بھی صاحب علم سے مشکلہ دریافت کر لیا جائے نہ  
یہ کہ کسی معین شخص کی تعلیم کو ایمان بالرسالت کی طرح دین کا بنیادی رکن سمجھا جائے اور خفی  
 قادری وغیرہ اتفاق بہلیان اور سی کی حیثیت اختیار کر لیں یعنی فیضیوں اور چشمیوں سے  
امتیاز کو کافروں اور زلفیوں سے امتیاز کی طرح لوازم دین سے قرار دے لیا جائے نیز کسی ملک  
کی تبدیلی کو ارتکاو، بدعت اور بغاوت کے مترادف جان کر ملک تبدیل کرنے کو قتل اور توہین  
کا موجب گرانا جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بہلیان کو سردار نظاہر کتاب و سنت سے کھنا  
پاہیے اور خواہ براہ راست پڑھنے یا اپنے (ہبی) سے ان دونوں کی تعلیم و تعلم کا شغل اور ان  
ہبی کی نشوشا شاعت میں سعی و کوشش رکھنی چاہیے۔ یہ چیز کھانے پینے اور بس کی طرح  
در اصل مدار زندگی ہے۔ رہنے قہیوں کے فتاویٰ یا صوفیات کرام کے ورد و نظیفے تو وہ اگر بہت  
غیرہ کی خرابیوں سے پاک ہوں تو بھی ان کی حیثیت دو اور او اور علاج کی ہے کہ جب ضرورت  
پڑے بقدر حاجت ان کا استعمال کرنے کے ان کو ترک کر کے اصل مشغولیت نظاہر کتاب و سنت  
میں رکھی جائے اور اپنا شعار اور عنوان (سلف کا) تدبیر طریقہ خاص محدث، اور راه سنت  
ہی اختیار کرنا چاہیے نہ کسی خاص ذہب کی پابندی اور مخصوص طریقہ کا اتزام بلکہ غیرہ

(سلکوں) اور طبقوں کو یوں سمجھنا چاہیے کہ عطاروں کی دکانیں ہیں جن سے حسب ضرورت دوسرے جاتے ہیں ان سے گہری دلچسپی نہیں جائے اور خود کو مجددی فوج سے منسلک رکھا جائے اور اپنی پوری توجہ نظائرہ کتاب کی ترویج و اشاعت میں مکرر کر دینی چاہیے۔  
یاد رہے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید کو علمائے دیوبندی حقوقی قرار دیتے ہیں)

**شیخ فاضل محمد بن عبد العظیم حنفیؒ کی فرماتے ہیں :-**

اعلم انه نم يكلف الله احدا من عباده ان يكون حنفيا او مالكيا او  
شافعيا او حنبليا بل اوجب عليهم الايمان بما بعث به محمد اصل الله  
عليه وسلم والعمل بشرعيته . (القول السدي في مسائل العقبه والتقليد صحيح مصر)  
”معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ وہ حنفی یا مالکی  
یا شافعی یا حنبلي بنے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، آپ کی شریعت پر عمل کرنا  
ان کے ضروری قرار دیا ہے ”

**حضرت مولانا محمد حیات صاحب سندھی حنفی مفتیؒ فرماتے ہیں :-**

فمن يتغصب لواحد معين غير الرسول صلی الله علیہ وسلم ويبرىء انت  
قوله هو الصواب الذي يجب اتباعه دون الائمة الاخرین فهو ضال جاہل  
بل قد يكون كافرا يستتاب فان تاب والا قتل فانه متى اعتقاده يجب  
على انس اتباع احد بعينه من هذه الائمة رضى الله عنهم اجمعين  
دون الآخرين فقد جعله بمنزلة النبي صلی الله علیہ وسلم وذلك كفر.

**رتغفة الانعام في العمل بحدیث النبي علیہ السلام مکمل بطبع دہلی)**

”جو شخص کسی ایک میین شخص پر اڑ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور اس کا قول ہے  
صواب و درست سمجھے اور اسی کی تقیید واجب جانے دوسرے المذاہل کی پیروی نہ کرے  
تو ایسا شخص گمراہ وجاہل ہے بلکہ (اس مجدد کے سبب) وہ کافر ہے اس سے تو بکرانی جائے۔

اگر تو بکرے تو خیر و رز اس کو قتل کرو دیا جائے کیونکہ جن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دسرے کسی امام مجتهد معین کی اتباع ضروری سمجھی اور اس کو لوگوں پر واجب قرار دیا تو ایسے شخص نے اپنے امام کو بمنزلہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرایا اور یہ کفر ہے۔  
مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

”دریں جا باید دانست کہ چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقًا شرک و کفر است اطاعت غیر اول تعالیٰ نیز با استقلال کفر است و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ اور بمبلغ احکام اذن دانستہ بر لقبه اطاعت اور گردن انداز و تقید اور الازم شمار و باد جود ظہور مخالفت حکم اور حکم اور تعالیٰ دست از اتباع او بر زمان رواییں ہم زعیمت از تجاوز انداز در آیت کریمہ اتخاذ و احجار ہم و رہبا نہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم الآلیہ (تفسیر عزیزی فارسی ص ۲۸)“

یعنی ”جیسے عبادت غیر خدا مطلقًا شرک و کفر ہے ایسے مستقل طور سے اطاعت غیر خدا بھی کفر ہے اور اطاعت بالاستقلال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مقتدی کو صرف مبلغ احکام ہی نہ جانے بلکہ اس کی تقید کا پڑا اپنی گردن بیں ڈال کر اس کی تقید کو اپنے پر لازم سمجھے اور باد جود ظہور مخالفت حکم الہی اس کی تقید سے دست بردار نہ ہو پس اجار و رہباں کو رب پکڑ نا یہی ہے (اور یہی شرک کفر ہے)“

حضرت امام الصوفیہ محبی الدین ابن عربی جن کو مولانا بحر العلوم نے ”خاتمه الولایت“ کا نقشہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

وَأَوْلُ مَنْ يَتَبَدَّأْ مِنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمَّا مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَقِدِّرُونَ إِنْ يَشْتَبِئُوا عَنْهُ  
انہ قال للناس تسلی و فتنی واتیعو فی فیان خلک من خصائص الرسول صلی اللہ  
علیہ وسلم۔ (دراساتاللبیب مفتاح طبع لاہور)

یعنی سب سے پہلے قیامت کے دن مقلدین سے ان کے امام ہمیں بیزاری ظاہر کریں گے اور یہ

مقدیرین کبھی ثابت نہیں کر سکتے کہ کسی امام نے لوگوں سے یہ کہا ہو کہ تم میری تقلید کرو، کیونکہ اُنہاں دو اتباع تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اصلاح کرنی مجبور و مقتدا نہیں)

علامہ عبد الوہاب شعرانی میزان بحری طبع مصر ۱۹ میں لکھتے ہیں :-

ایاک والتقصب لاما مک حبیۃ جاہلیۃ من غير دلیل فتخطی طریق الصواب  
و اول من یبتدا منك امامک یوم القيمة.

”تعصب مذهبی سے بچو کیونکہ یحییت جاہلیت کی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ پس سیدھے راستہ سے توہٹ جائے گا اور سب سے پہلے قیامت کے روزتیر (امام) تھے سے بیزار ہو گا“

علامہ شامی حقی مؤلف رد المحتار شرح الدر المختار فرماتے ہیں :-

اذا صاح الحدیث و كان على خلاف المذهب عمل بالحدیث ويكون ذلك من ذهبه ولا يخرج مقلدة عن كونه خفيا بالعمل به رد المحتار يعني فتاوى شامي مجلہ جلد اول طبع استنبول)

”جب اپنے مذهب کے خلاف کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو اس حدیث پر عمل کیا جائے، یہی اس کا ذہب بن جائے گا، کیونکہ حدیث پر عمل کرنا مقلد کو اس کی خفیت سے نہیں نکالے گا“

(فائده) حدیث نبوی پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور یہی ائمہ الرعیکی وصیت ہے۔ مگر افسوس آج اس وصیت کے خلاف حدیث مخالف مذهب نہیں کو روکیا جاتا ہے اور نہیں پر امام پر عمل کیا جاتا ہے۔

## باب دوم

### مسائل اہل حدیث

#### فصل ۱۔ نمازِ محمدی کے بیان میں

نماز کی نفظی نیت بدعت ہے [آج کل برا در ان اخاف میں نفظی نیت کا بڑا واج ہے] لیکن شریعتِ محمدی میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ صحابہ و تابعین وائمه دین سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہے چنانچہ مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث حنفی دہلویؒ نے محدثین سے تقلی کیا ہے کہ:-

”محمد بن گویند کو دریج جاروا بیت از حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیامہ کرنیت  
بزبان گفتہ ہمیں قدر آمدہ است کہ چون نماز برخاستے اللہ اکبر گفتے اگر چیزے دیگر خوازندہ  
بودے ہر آئینہ روایت نہوندے پس طریقہ سنت و اتباع آئن آنسست کہ ہم بروزیت بدل  
اقصادر کند و اتابع ہمچنان کہ در فعل و اجب است در ترک نیزی با یہ پس آنکہ موالیت ناید  
بر فعل آنچہ شارع علیہ السلام نکرہ باشد مبتدع بود کذاتاً قال المحدثون (أشعة اللمعات شرح  
فارسی مشکوٰۃ مکتبہ ج ۱)

محدثین کافر ان ہے کہ کسی بھی روایت میں نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے  
نیت کرتے تھے۔ احادیث میں تو اسی قدر ہے کہ نماز کو کھڑے ہوتے وقت آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے۔ اگر کچھ اور بھی کہا ہوتا تو روایات میں اس کا ذکر ضرور آ جاتا  
لہذا طریقہ سنت اور اتباع نبوی یہی ہے کہ نیت صرف دل میں کی جائے اور یاد رہے  
کہ جیسے فعل میں سنت ہے ترک بھی منون ہوتا ہے۔ بنابریں ہو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ذکیا ہوا س کہ بھی شکر نے والاشخص برعکشی پھرے گا۔  
 شرح سفر السعادہ میں بھی شیخ نے عذرین سے تسلیماً نقل کیا ہے کہ زبان سے نیت  
 کہنا بدعت ہے۔ نیت بزبان خواندن بدعت است (مش ۳ طبع نول کشور)  
 نیز مولانا موصوف اسی کتاب کے ص ۲ میں اس طرح فرماتے ہیں :-  
 ”باید و انشت کہ نیت کا درد است بزبان گفتہ حاجت بہودا گر بزبان گویند و دل غافل  
 باشد اعتبر ندارد و اگر فرضًا نیت درد حاصل گردد بزبان نیاز دیا بزبان خلاف آن  
 رود زیاں نکند۔“

” واضح ہے کہ نیت دل کا کام ہے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں، زبان سے اگر کہے، مگر  
 دل غافل ہو تو اس کا اعتبار نہیں ممکن اگر دل میں نیت ہوا ورزبان پر اس کے مقابلہ آجائے  
 تو کوئی حرج نہیں：“

حضرت مجدد الف ثانی سرہنہدی حنفی فرماتے ہیں :-

”آنچہ علماء در نیت نماز مستحسن داشتہ انکہ با وجود ارادۃ قلب بزبان نیز باید گفت و مالا نکہ  
 از سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نشده شبرا وایت صحیح و نہ برداشت ضعیف و نہ از اصحاب  
 کرام و تابعین عظام کہ بزبان نیت کر دے باشد بلکہ چون اقامت می گفتند تجیر تحریمی می فرمودند  
 پس نیت بزبان بدعت باشد۔ اہ (مکتب صد و هشتاد و ششم ذفر اول حصریوم ص ۴۷)  
 ” بعض علماء (فقیہاء) نے زبان سے نیت کرنے میحسن کہا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے نہ صحیح روایت سے نہ ضعیف سے یہ ثابت ہے۔ نہ صحابہ و تابعین سے ایسا منقول ہے  
 بس دستوریہ تھا کہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے اما زبان سے  
 نیت بدعت (صلالت) ہے۔“

مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھنؤی لکھتے ہیں :-

” أحد ها الاكتفاء بنية القلب مجزئ اتفاقاً وهو اطريقۃ المشروعة

الماثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه ولم ينقل عن أحد منهم التكلم بنوبيت او نوبيت صلوة كذا في وقت كذا ونحو ذلك كما حقيقة ابن الهمام في فتح القدير وابن القيم في زاد المعاذ وقد فصلت ذلك في السعاية انتقى عبارته رعدة الرعاية حاشية شرح وفایہ ۱۴ ج ۱)

”ایک گروہ کا مسلک فقط نبیت قلب پر اتفا کرنا ہے یہ متفقہ مسئلہ ہے اور یہ طبیعتہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے منقول ہے کسی سے بھی نماز میں لفظ نوبيت یا نوبيت صلوة کذا فی وقت کذا منقول نہیں جیسا کہ علام ابن الہام وحافظ ابن القیم نے بیان کیا ہے اور میں نے اپنی کتاب سعاۃ میں بسط سے اس پر کلام کیا ہے۔“

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برداشت صحیح نماز میں ہاتھ باندھنے کی وجہ صرف سینہ پر آئی ہے۔ ہاتھوں کا زیرِ ناف باندھنا جو برادران اختلاف میں مروج ہے وہ برداشت ضعیف مروی ہے۔

”تفصیل اس اجمال کی یہ ہے:-“

مولانا عبدالمحی صاحب حنفی لکھنؤی اپنی کتاب التعلیق المبدی شرح مؤطرا امام محمد میں لکھتے ہیں:-

پہلی حدیث ”دُبَيْتْ عِنْ دَبَّابِنَ خَزِيْنَةٍ وَغَيْرَهَا مِنْ حَدِيْثٍ وَأَئْلَى الْوَضْعُ عَلَى الصَّدَّرِ وَرِبَيْهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَغَيْرُهُ (التعلیق المبدی ص ۲۳ ج ۱)

”ہاتھوں کا سینہ پر (نماز میں) رکھنا حدیث وائل بن جابر صحابی سے ثابت ہے برداشت

ابن خزیم اور یہ امام شافعی وغیرہ کا نذهب ہے“

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

عن وائل بن حجر قال صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ أَخْرَجَهُ

ابن خزیمہ فی صحیحہ (نووی شرح مسلم ج ۵) "وائل بن حجر صحابی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پر سینہ مبارک پر رکھا۔ یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ میں ہے"

دوسری حدیث | عن قبیصۃ بن مُلْبٰنْ عَنْ ابیهِ قَالَ رأیْتَ النبیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْصُرُفُ عَنْ یَمِینِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَرَأَیْتَهُ قَالَ یَضُعُ هَذَا عَلَى صُدُورِهِ .. الیَمِینُ عَلَیِ الیَسْرَیِ فَوْقَ الْمَفْصَلِ رواة احمد بن مسند (ص ۲۲۶ ج ۵) قال صاحب عون المعبود (ص ۲۰۷ ج ۱) رواة هذا الحديث كلامهم ثقات۔

"حضرت مُلْبٰنْ نے فرمایا میں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نماز پڑھی تو) دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ مبارک پر (ائیں ہاتھ پر دایاں) ہاتھ رکھئے ہوئے تھے" تیسرا مُرسل حدیث | عن طاؤس قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یَضُعُ یَدَهُ الیَمِینَ عَلَیَ یَدَهِ الیَسْرَیِ ثُمَّ یَشَدُّ بَینَہُمَا عَلَیْ صُدُورِہِ فِی الْأَصْلَوَةِ (عون المعبود بحوالہ مراسیل ابی داؤد) (غلام ترجیہ و پیر کی حیثیت الابہے) حضرت مزا منظہر جان جانان شہید کر معمولات مظہر یہ ص ۵، میں لکھا ہے:-

"وَسَتَ رَأَيْرَسِیْنَهُ فِی بَسْنَدِهِ فِی فَرْمُونَدِکَارِیْ ایں روایت ارجح است از روایات زیرِ نافٹ اگر کسی گوید کہ دریں صورت خلاف خفیہ بلکہ انتقال از نہیں بمنزہ لازم می آید گوئم بوجب قول ابو حیفہ رضی اللہ عنہ اذا صاحح الحديث فهو مذہبی انتقال در

(له دیکھیے صحیح ابن خزیمہ ص ۲۲۳ ج ۱) مجمع مصر له نیز دیکھیے شرح المذهب للامم النبوی ص ۲۰۷ ج ۳ والمحرف العدیث (ابن عبد الہادی مسکن ص ۲۰۷ و سنی سبقی ص ۲۰۷ ج ۲) (ع ۲۰۷)

مشکلہ جزئی خلاف نہیں لازم ہی آئد بلکہ موافق و مخالف است۔

”مرزا منظہر ہاں جانان شہید (جو بڑے اولیاء و بزرگان دین سے تھے) نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھ کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ روایت سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت زیرِ ناف سے انحصار ہے۔ اور کسی بجزئی مشکلہ نہیں میں اگر صحیح حدیث کا خلاف لازم آئے تو نہیں کسی کلام بجزوی مشکلہ کو ترک کر دینے کی امام عالی مقام ابو عینیفؓ نے وصیت فرمائی ہے۔ لہذا اس سے مخالفت نہیں کی لازم نہیں آتی بلکہ یہ خوب خوب موافق ہے۔“

مولانا شیداحمد صاحب حنفی گنگوہی فرماتے ہیں:-

”علی ہذا ہاتھ سینہ پر باندھنا یا زیرِ ناف دونوں یکساں احادیث ہیں۔ اور صحابہ کا عمل بھی

مختلف ہے۔ بعض کا تخت سرہ اور بعض کا فوق سرہ پر (سبیل الرشاد ص ۲۵ طبع مجتبائی)

(فائدة) واضح ہو کر ہاتھوں کو سینہ پر باندھنا تسلیم کرتے ہوئے احادیث تخت سرہ کو حدیث فوق صدر کے مساوی قرار دے کر مولانا موصوف نے اپنی خفیت کی پاسداری فرمائی ہے حالانکہ روایات تخت سرہ سب ضعاف و مرسلاں ہیں۔ کمالاً یخفی علی ماہر علم الحدیث چنانچہ شرح الٹیب للترنڈی میں ہے۔ حدیث الصدر صحیح عند المحدثین و حدیث تحت السرہ ضعیف۔ یعنی ”حدیث فوق الصدر کو محدثین صحیح کہتے ہیں اور ان کے نزدیک تخت السرہ کی حدیث ضعیف ہے (شرح الترنڈی لابی الٹیب ص ۲۶ ج ۱) مولانا فاضل محمد حیات محدث حنفی ”سندھی نزیل مدینہ منورہ اپنے رسالہ فتح الغفور میں لکھتے ہیں:-

بما تقدیر و تقریر ان لوضع الایدی علی الصدر و فی الصلة اصلًا

اصیلاً و دلیلاً جلیلاً فلابینبغی لاهل الایمان الاستکاف عنہ و کیف

یستکف المسلم عما ثبت عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الذی

قال لایؤمن احد کم حتی یکون هواة تبعاً لما جئت به بل یبنبغی ان

### یفعل ذلك (فتح الغفور ص ۵)

”بیان مذکورہ بالا سے بخوبی واضح ہو گیا کہ نمازیں سینہ پر فاتحہ باندھنے کی دلیل واضح ہے اور وہ صحیح حدیث ہے اور اہل ایمان کے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اس سے روگردانی کریں اور مسلمان ایسی چیز سے روگردانی کیونکہ کہ سکتا ہے جبکہ خود یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تابت ہے اور پھر آپ کا ارشاد بھی ہے کہ کوئی تم میں سے ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں شریعت لایا ہوں۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس پر عمل کرے۔“

**قراءت فاتحة خلف الامام** | یہ مسئلہ بڑا ہی ممکن باشان اور بہت ہی قابل بحث ہے کیونکہ نماز کی تبیلیت اس مسئلہ پر تو قوت ہے اس لیے کہ سورہ فاتحہ رکن صلوٰۃ ہے اور رکن کے فوت ہونے سے نماز کا نہ ہونا یقینی امر ہے۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس بحث پر پختگی دل سے غور کرے اور تعصیب نہیں کو بالائے خاق رکھ کر حدیث نبوی کے الفاظ میں فہم سلیم سے کام لے۔ انشاء اللہ حق ظاہر ہو جائے گا۔

عن عبادۃ بن الصامت أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رواه البخاري ومسلم وابوداود۔

”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیز نماز اس شخص کی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی ہے۔“

**حضرت عبادہ کی دوسری حدیث** | عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا صلواة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الامام (ص) وقال استادہ الامام اخرجه البیهقی فی کتاب القراءۃ خلف الامام (ص) و قال استادہ صحيح والزيادة السی فیه صحیحۃ مشہورۃ من اوجه کثیرۃ رکنۃ العمال علی المتقی الحنفی ص ۴۰۰ ج ۲ طبع قدیم جید را باد دکن هند۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے امام کے پیچے

سورہ فاتحہ پڑھی ہو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ منفرد ہو یا امام، مقتدی ہو یا مدرک رکوع، بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کسی کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ پس یہ حکم جس طرح امام اور منفرد کو شامل ہے اسی طرح مقتدی و مدرک رکوع کو بھی شامل ہے۔ اس حکم سے کوئی مصلی (نمازی) خارج نہیں ہے بلکہ اسی صحابی عبادہ سے طبرانی بکیر اور بیہقی کتاب القراءة ص ۱۰۲ میں بحور و ایت آئی ہے اس میں بھی مقتدی کے لیے خاص طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی ہے۔ چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں مِنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَيُقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (کنز العمال ص ۹۷ ج ۲ طبع قدیم) اور علامہ شیعی نے مجمع الزوائد میں رجالہ موثقون سے اس حدیث کی توثیق فرمائی ہے۔ پس یہ روایت بھی مقتدی کے لیے نص ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں جو مقتدی ہو وہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھے۔ حدیث میں صیغہ امر کا وارد ہوا ہے یہ مقتدی کے لیے بھی وحوب فاتحہ کو ثابت کر رہا ہے۔

علامہ علینی بدر الدین حنفی شارح صحيح سنواری فرماتے ہیں :-

بعض اصحابنا یستحسنون ذلک علی مسیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات  
و بعضهم فی السریۃ فقط و علیہ فقهہ العجائز الشام (عمدة القاری)

شرح البخاری ص ۹۷ ج ۲

”بعض اصحاب اخافت تمام نمازوں ہجریہ و سریۃ میں سورہ فاتحہ پڑھنا (خلف امام) اختیاً طلاقاً مستسن جانتے ہیں اور بعض فضیلہ فقط سریۃ نماز میں۔ اور کہ مدینہ اور مکہ شام کے فضیلہ کا

اسی پر عمل ہے۔“

مولانا عبد الحی صاحب حقی فاضل لکھنؤگی اپنی کتاب غیث الغام حاشیہ امام الكلام ص ۱۵۶ میں

امام ابوحنیفہ اور امام محمدؐ سے مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا اقتیا طاً بوجہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل فرماتے ہیں :-

لابی حنیفۃ و محمدؐ قولان احمدہما عدم وجوبها على المأمور بل ولا  
تن و هذا قولهما القديم و ادخله في تصانيفه القديمة و انتشرت  
النسخ الى الاطراف و ثانیهما استحسانها على مبیل الاحتیاط و عدم  
کراحتها عند المخافة للحديث المرفوع لا تفعلوا الا بما من القرآن ” وفي رواية  
”لاتقرروا بشی اذا جهرت الا بما من القرآن ” وقال عطاء كانوا لا يرون على  
المأمور القراءة فيما يجهر فيه الاما م و ثانیما يسر فرجعا من قولهما  
الاول الى الثاني احتیاطا .

”امام ابوحنیفہ اور امام محمدؐ کے مثلك قراءت خلف الامام میں دو قول ہیں۔ ایک نزد اجب  
ہونا سورۃ فاتحہ کا مقتدی پر اور نہ سفت ہونا۔ اور یہ قول ان کا قیم ہے۔ اور اسی قول  
کو امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی پہلی تصانیف میں داخل کیا ہے اور یہ نئے بہت علاقوں میں  
مشہور ہو گئے۔ دوسرا قول امام ابوحنیفہ اور امام محمدؐ کا مستحسن ہونا پڑھنا سورۃ فاتحہ کا ہے  
مقتدی کو بطور احتیاط کے اور نہ مکروہ ہونا اس کا سری نماز میں یہ دلیل حدیث مرفوع کہ فرمایا  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پڑھوم سوائے سورۃ فاتحہ کے (کیونکہ اس کے بغیر کوئی  
نماز نہیں) اور امام عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تجویز کرتے  
ہے مقتدی کے لیے پڑھنا سورۃ فاتحہ کا جھری دسری ہر دن نماز میں پس ہر دو امام نے  
اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے اس دوسرے قول کو احتیاطاً اختیار کیا۔ (غیث الغام ۱۰۹)  
بیرون انا مولوی عبد الحی صاحب حنفی فرماتے ہیں :-

”وارجوا رجاء موثقا ان محمدہما ماجوز القراءة في المسريۃ واستحسنها الابد  
ان یجوز القراءة في الجھریۃ في السکتات عند وجداً منها عدم الفرق بینه

وبينه وهذا هو مذهب جماعة من المحدثين جزاهم الله يوم القيمة  
ومن نظر بنظر الانصاف وخاص في بحوار الفقه والأصول متبعنا عن  
الاعتساف يعلم علماً يقيناً ان أكثر المسائل الفرعية والأصولية التي  
اختلف العلماء فيها فمذاهب المحدثين فيها أقوى من مذاهب غيرهم  
واني كلما اسيرق شعب الاختلاف اجد قول المحدثين فيه قريباً من  
الانصاف فذلك درهم وعليه شكرهم كيف لا وهم ورثة النبي صلى الله عليه وسلم  
عليه وسلام حقوق ونواب شرعاً صدقاً حشرنا الله في ذمته لهم داماً تأسى  
بهم وسيطتهم . (امام الكلام فيما يتعلق بالقراءة خلف الامام ص<sup>15</sup>)

”مجھے توی ابید ہے کہ جب امام محمد بن سرسی نمازوں میں امام کے پیچے ٹھنڈا جائز بلکہ  
مستحب قرار دیا ہے تو ضروری ہے کہ وہ جہری نمازوں کے سکونتوں کے وقتوں میں بھی جائز  
سمجھیں کیونکہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں، جیسا کہ محدثین کی ایک جماعت کا یہ  
مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو روز قیامت نیک بد مردے اور بخش نظر انصاف  
سے دیکھے گا اور فقة و اصول کے دریاؤں میں طفرداری سے علیحدہ ہو کر غوطہ لگائے گا  
تو وہ یقیناً جان لے گا کہ اکثر مسائل اختلافیہ میں جن میں علماء نے اختلاف کیا ہے چاہے  
وہ فرعی ہوں یا اصولی محدثین رحمہم اللہ کا مذہب دوسریں سے توی ترہ ہے اور جب  
میں اختلاف کی گھاٹیوں کی سیر کرتا ہوں تو محدثین کا قول اختلافی بات میں انصاف سے  
قریب پتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بجزائے خیر عنایت فرمائے۔ کیوں نہ ہو وہی تحقیقت  
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور اس کی شریعت کے پیچے نائب ہیں۔ اللہ  
تعالیٰ مجھے ان ہی کے زمرة میں اٹھائے اور مجھ کو ان کی محبت اور ان کے طریقہ پر میراث فرمائے۔  
نیز مولانا موصوف اسی کتاب امام الكلام کے ص ۱۵۸ میں لکھتے ہیں :-  
بعد اللہ تعالیٰ واللہ الذی یظہر بالنظر الدقيق ویقبلہ اصحاب التحقیق ہو

ان الاحادیث الـتـی استدل بـهـا اصـحـابـنـا لـیـس فـیـهـا حـدـیـثـیـدـالـنـھـیـ عن قـرـائـتـهـا خـلـفـالـامـامـ خـصـوصـاـحتـیـ يـعـارـضـ بـهـ الـاحـادـیـثـ الـوـارـدـةـ فـیـ قـرـائـتـهـا خـلـفـالـامـامـ فـیـدـفـعـ ذـکـرـ بالـجـمـعـ وـالـتـرـجـیـحـ اوـالـتـسـاقـطـ وـالـنـسـخـ.

”بـحـثـ طـوـیـلـ کـےـ بـعـدـ جـوـ فـیـصـلـہـ مـیرـیـ نـظـرـ وـقـیـقـیـ مـیـںـ ظـاـہـرـ ہـوـاـ اـورـ اـصـحـابـ تـحـقـیـقـ نـےـ جـسـ کـوـ قـبـولـ کـیـاـ ہـےـ یـہـےـ کـہـاـسـےـ اـخـافـ جـوـ اـحـادـیـثـ بـیـلـ عـلـمـ قـرـاءـتـ فـاتـحـہـ پـیـشـ کـرـتـےـ ہـیـںـ انـ مـیـںـ کـوـئـیـ اـیـسـیـ خـاصـ حـدـیـثـ نـیـنـ بـوـ قـرـاءـتـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ کـیـ مـاـنـعـتـ اـورـ نـہـیـ پـرـ دـلـالـتـ کـرـےـ دـوـسـرـےـ انـ رـوـایـاتـ کـےـ اـحـادـیـثـ قـرـاءـتـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ مـاـرـضـ ہـیـںـ جـنـ مـیـںـ خـاصـ طـوـرـ سـےـ قـرـاءـتـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ پـڑـخـنـےـ کـاـ ثـبـوتـ ہـےـ پـیـسـ (رـوـایـاتـ عـدـمـ قـرـاءـتـ فـاتـحـہـ) مـیـںـ جـمـعـ وـتـبـیـقـ وـتـرـیـجـ وـتـسـاقـطـ وـنـسـخـ کـیـ بـھـیـ ضـرـورـتـ نـیـنـ ہـےـ“

مولانا شیدا حمد صاحب حنفی گنگوہی فرماتے ہیں :-

”قراءـتـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ مـیـںـ صـحـابـہـ کـےـ وقتـ سـاـخـلـافـ ہـےـ اوـرـ عـہـدـ حـیـاتـ فـخـرـ عـلـمـ عـلـیـلـ اـسـلـامـ مـیـںـ دـوـ فـرـاقـ ہـوـ گـئـےـ تـھـےـ کـہـیـںـ اـیـلـدـ صـحـابـہـ قـبـہـ مـیـشـ عـلـیـلـ اـشـدـ بنـ سـوـدـ اـوـ رـاـبـنـ عـمـ اـوـ زـیـدـ بنـ شـاـبـتـ وـغـیرـہـ رـجـمـہـ اـشـدـ مـانـعـ تـھـےـ اوـرـ بـعـضـ صـحـابـہـ مـجـوزـ تـھـےـ اوـرـ سـوـلـ اـشـدـ صـلـیـ اللـہـ عـلـیـہـ وـسـلـمـ نـےـ دـوـ نـوـںـ فـرـاقـ مـیـںـ سـےـ کـسـیـ کـوـ دـنـیـسـ کـیـاـ اوـرـ بـجـالـ خـوـرـ کـھـاـ (بـیـلـ الرـشـادـ) مـوـلـانـا مـوـصـوـفـ نـےـ خـوـرـہـیـ مـشـلـہـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ کـوـ اـخـلـافـ فـیـ مـسـلـکـ تـسـلـیـمـ کـرـلـیـاـ ہـےـ اوـرـ یـہـ بـھـیـ مـاـنـ لـیـاـ ہـےـ کـہـ آـنـفـرـتـ صـلـیـ اللـہـ عـلـیـہـ وـسـلـمـ کـےـ زـمـانـہـ نـیـخـیرـ مـیـںـ ہـرـ دـوـ فـرـاقـ تـھـےـ اوـرـ آـپـ نـےـ عـلـمـ تـوـتـےـ ہـوـئـےـ کـسـیـ کـوـ دـنـیـسـ کـیـاـ۔ بـلـکـہـ ہـرـ دـوـ فـرـاقـ کـوـ اـپـنـےـ اـنـقـاعـاـدـ وـعـلـمـ پـرـ آـپـ نـےـ بـجـالـ رـکـھـاـ۔ اـسـ کـےـ بعدـ مـوـلـانـاـ نـےـ چـنـدـ مـاـنـعـینـ قـرـاءـتـ صـحـابـہـ کـےـ تـوـنـاـمـ لـکـھـےـ ہـیـںـ لـیـکـنـ قـتـلـیـمـ قـرـاءـتـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ کـےـ آـپـ نـےـ نـاـمـ تـکـ نـیـسـ تـبـلـاـتـےـ۔ اـیـکـنـ اـہـلـ عـلـمـ رـمـغـفـیـ نـہـ رـہـےـ کـہـ مـوـلـانـا مـوـصـوـفـ نـےـ جـنـ صـحـابـہـ کـاـ نـاـمـ مـاـنـعـینـ قـرـاءـتـ مـیـںـ ذـکـرـ کـیـاـ ہـےـ۔ اوـلـاًـ توـانـ سـےـ خـاصـ سـوـرـہـ فـاتـحـہـ خـلـفـ اـمـ کـیـ مـاـنـعـتـ مـنـقـولـ نـیـسـ۔ دـوـسـرـےـ وـہـ آـنـتـارـ سـنـدـاـ بـھـیـ قـوـیـ نـہـیـںـ۔ تـیـسـرـےـ وـہـ آـنـتـارـ مـرـفـوعـ اـحـادـیـثـ

کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل بحث بھی نہیں بلکہ ساقط الاعتبار ہیں۔  
بیساکھ مولانا عبد الحمی صاحب خلقی لکھنؤی نے بھی لکھا ہے:-

وَمِنَ الْمُعْلَمَٰنَ الْأَهَادِيَّةِ الْمَرْفُوعَةِ دَالَّةً عَلَى إِجَازَةِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ  
خَلْفَ الائِمَّةِ فَكِيفَيْتَ يُؤْخَذُ بِالْأَثَارِ وَتَرْكُ السَّنَةِ اِنْتَهَى رَأْيَهُ (أَمَامُ الْكَلَامِ ص١٦)  
”یہ امر معلوم ہے کہ احادیث مرفوعہ، فاتحہ خلف امام پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں یہ کیونکہ  
سنۃ بنویہ کو تجویز کرنے والے احادیث مرفوعہ آثار صحابہ کو لیا جائے گا۔“

علاوه ازیں مولانا گنگوہی کا یہ فرمानا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں  
ہی اس مسئلہ میں صحابہ روفرقہ ہو گئے تھے۔ یہ مولانا کا عوام الناس کو محض مغالطہ دینیا ہے  
ورنہ آپ کی حیات مبارکہ میں نہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف تھا اور نہ آپ نے ہر روفرقہ  
کو بجال رکھا۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ آپ کی موجودگی میں کبھی صحابہ کا کسی مسئلہ دینیہ میں اختلا  
ہی نہ تھا۔ سب آپس میں متفق تھے اس اب اختلف بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا  
ہوئے۔ کمالاً یخفی علی من طالع کتب السیرۃ وغیرہا۔ اسی لیے آپ نے بطور پیشگوئی  
کے فرمادیا تھا:-

مَنْ يَعْشُ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرِي بَعْدِي أَخْتَلَادَنَا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ سُنْتُنِي وَ

سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيَّينَ۔ الحدیث (مشکوٰۃ)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے بعد اختلاف کثیر رکھیو گے۔ اس وقت تم  
میری سنۃ اور میرے خلاف کی سنۃ کو لازم رکھنے“

دوسرے آپ کی بیان کی غرض اختلاف کو مشاکر اتفاقی پیدا کرنا تھا نہ کہ خود اپنے اصحاب  
میں اختلاف پیدا کرنا اس حد تک کہ ایک تو شلاؤ بغیر پڑھنے سورہ فاتحہ کے نماز کو جائز و درست  
ہی نہیں سمجھتا اور دوسرا حرام اور منع کرتے ہوئے منہ میں گندگی اور پتھر بھرنے کا فتویٰ دیتا  
ہے۔ فیالعجب و ضیحہ الادب۔

چنانچہ کسی روایت میں آپ کا یہ فرمان نہیں ملے گا کہ جیسے یہرے زمانہ میں تم اخلاف مسائل رکھتے ہو یہرے بعد بھی تم اخلاف دیکھو گے بلکہ من بعدی کی قید تبلار ہی ہے کہ زمانہ نبوت میں اخلاف مسائل نہ تھا من ادعی خلاف، فعلیہ البیان بالبرهان۔

تیسرے جب مولانا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے ہر دو فرقی صحابہ مانعین و محوزین کو عال رکھا تو اب برادران اخناف اس مسئلہ پر کیوں خاص فرمانی کرتے اور ممانعت و حرمت کا فتوی دیتے ہیں۔ پس برادران اخناف دیوبند کو مولانا موصوف کے کلام سے سبق لیتے ہوئے اس مسئلہ میں احتیاط سے کام لینا چاہیے جیسا کہ حضرات صوفیہ محتاط ہیں کہ وہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحسن سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ملا جیون صاحب اتساد عالمگیر برادر شاہ لکھتے ہیں:-

فَانْرَأَيْتُ الْمَطَّافَةَ الصَّوْفِيَّةَ وَالْمَشَايِخَ الْجَنْفِيَّةَ تَرَاهُمْ يَسْتَخْسِنُ قِرَاءَةَ

الْفَاتِحَةِ لِلْمُؤْتَمِ كَمَا اسْتَحْسَنَهُ مُحَمَّداً يَضْعِفُ احْتِيَاطًا فِيمَا رُوِيَ عَنْهُ أَنْهُ.

(رغیث الفمار ص ۳ بحوالہ تفسیر احمدی)

”جماعت صوفیہ اور مشائیخ حنفیہ سورہ فاتحہ کا مقتدی کے لیے پڑھنا مستحسن سمجھتے ہیں۔“

”جیسے امام محمد نے احتیاطاً پڑھنا سورہ فاتحہ کا مستحسن سمجھا۔“

پس مولانا ملا جیون کے کلام سے معلوم ہوا کہ مشائیخ اخناف اور صوفیہ کرام مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ از راہ احتیاط مستحسن سمجھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت میں بے نازی پکارے جائیں اور جو نمازیں بغیر سورہ فاتحہ پڑھی گئی ہیں وہ ردی کردی جائیں۔ اس لیے صوفیہ کرام اور مشائیخ اخناف اقتدار کی حالت میں بھی سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ رسیراً الاولیاء میں ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء بھی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے۔ اور حضرت پیر ان پیر شیخ عبدال قادر جیلانی تو سورہ فاتحہ کو کرن صلوٰۃ فرماتے ہیں۔ دیکھو غنیۃ الطین اندر میں صورت واقعہ یہ ہے کہ ان مسائل اخلافیہ میں دیوبندی اخناف حضرات کا لشکر کرنا اپنے اسلاف، ابزرگان دیوبند کا خلاف کرنا ہے۔ مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس

مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-

”ہم تو یاں وجد کر کے اس قسم کے سائل اخلاقی میں کہ جس میں ایک جم غیر اکابر دین رائے گئی ہو یوں اور اپنی تحقیق کو قول فیصل سمجھنا اپنے حوصلہ سے بڑھ کر باقیں کرنا ہے۔  
کسی جانب پر عمل کرنے کو قابلِ ملامت ہا اور طعن و تشیع نہیں سمجھتے“ (الیضاخ الادلة ص ۲۳)

آمین بالجہر مسئلہ آمین بالجہر گو مشهور مسئلہ ہے۔ اور اس پر اللہ تلاشہ امام شافعی امام احمد بن حنبل و امام مالک رحمہم اللہ کا عمل درآمہ ہے اور حرمین شریفین میں بھی اس پر عمل جاری ہے۔ مگر برادران احناف پھر بھی اس مسئلہ سے چڑھتے ہیں اور یوں کوئی بھائی آمین بالجہر کہہ دیتا ہے تو اس کو اپنی مساجد سے نکال دیتے ہیں اور وہابی اور لاذہب سے ملقب کرتے ہیں۔ اس لیے ہم اس جگہ احادیث آمین بالجہر کو بیان کرتے ہوئے بعد میں نزد گران احناف سے اس مسئلہ کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

عن واشل بن حجر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قرأ

وَلَا الصَّالِحُونَ قَالَ آمِينَ رَفِعَ بِهَا صُوتَهُ رواه ابو داود ص ۲۲

”روایت ہے واشل بن حجر صحابی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الصَّالِحُونَ کہتے تو اپنے بلند آواز سے آمین کہتے“

بیز امام دارقطنی محدث کی سنن دارقطنی میں ہن سندر کے ساتھ ابو ہریرہ صحابی سے جو روایت آئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

عن أبي هريرة قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أفرغ من قراءة

أقرآن رفع صوته و قال آمين (دارقطنی ص ۱۷ ج ۱)

”حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب الحمد ختم کرتے تو بلند آواز سے آمین کہتے“ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب امام آمین کے توقیم ہجی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرستوں کی آمین کے موافق ہو گئی تو اس کے لئے گناہ بخش دیے جاتے ہیں (صحیح بخاری)

اس حدیث پر امام قسطلانی فرماتے ہیں [www.sunnat.com/026.htm](http://www.sunnat.com/026.htm)

فَإِنْ قُلْتَ مِنْ أَيْنْ يُؤْخَذُ الْجَهَوْمُ مِنَ الْحَدِيثِ أَجِيبُ بِأَنَّهُ لَوْسِمْ يَكْنَى  
أَنَّ الْأَمِينَ مَسْمُوْعًا لِلَّمَاءِ مُوْمِرِمْ يَعْلَمُ بِهِ وَقَدْ عُلِقَ تَأْمِينَهُ -  
(قسطلانی شرح بخاری ص ۲۷ مصری)

”اگر کوئی یہ بات کہے کہ اس حدیث سے جر آمین کا نبوت کیسے ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کی آمین امام کی آمین کے ساتھ معلق فرمایا، اگر مقتدی آمین امام کی نہ نے گا تو پھر اس کو کیسے علم ہو گا کہ امام نے آمین کی ہے پس یہ حدیث اپنے معنی ثبوت آمین با بھر میں نظر دیتی کافی ثبوت رکھتی ہے“

چنانچہ امام بخاریؓ نے اس حدیث پر باب جہر الماموم بالتأمین باندھا ہے۔ اسی لیے صحابہ کرامؐ اپنی نمازوں میں جہر سے آمین کہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام عطاء جو اشتادا امام ابوحنیفہؓ ہیں فرماتے ہیں :-

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكَتْ مَا تَشِّئُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِذَا قَالَ الْأَمَامُ وَلَا الْأَصْلَانِ

رَفَعُوا أَصْوَاتِهِمْ بِأَمِينٍ (مرقاۃ ص ۲۹ ج ۱) بحوالہ سنن بیہقی ص ۵۹

”امام عطاء تابعیؓ فرماتے ہیں میں نے اس مسجد حرام مکہ میں دو سور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے اصحاب کو پایا جب امام و لا انصاریین کہتا تو وہ سب بلند آواز سے آمین کہتے“

مولانا شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی حنفیؓ فرماتے ہیں :-

و در آخر ناخواجہ آمین می گفت در نمازو جہری بجھر و در نمازو سری بجھی و مقتدیان نیز موافق ت

آمین می گفتندے و در جہر تباہیں در نمازو جہری احادیث واقع شدہ (ملارج النبورة ص ۱۷۴)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے آخر میں آمین کہتے، جہری نمازوں میں جہری آمین اور سری میں سری۔ مقتدی بھی آپ کی موافق تھے۔ جہری آمین کے بارے میں کئی حدیثیں آئی ہیں۔“

نیز مولانا شیخ موصوف اپنی کتاب اشعة اللعوات شرح مشکوٰۃ ص ۲۰۹ ج ۱ میں لکھتے ہیں:-  
”وَاحَادِيْثُ دُرْجَانِبْ بِهِرْ بِشِّتَرْ وَصِحْحُ تَرَآمَدْ“ یعنی جہری آمین میں حدیثیں زیادہ اور بہت صحیح آئی ہیں۔“

مولانا عبد الحی صاحب فاضل لکھنؤی حنفی فرماتے ہیں:-

والأنصاف ان الجھر قوی من حیث الدلیل (التعليق المسجد ص ۱۵)

”النصاف کی بات یہ ہے کہ آمین بالجھر دلیل کی رو سے قوی ہے۔“

نیز مولانا موصوف عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقاریہ میں لکھتے ہیں:-

قد ثبت الجھر عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم باسانید متعددة

یقوی بعضها بعضًا فی سنن ابن ماجہ والنسائی وابی داؤد وجامع الترمذی

وصحیح ابن حبان وکتاب الام للشافعی وغيرها ولهذا اشار بعض اصحابنا

کتاب ابن الہمام فی فتح القدير وتلییذة ابن امیر العاج فی حلیة المحلی شرح

منیة المصلى الی قویة روايته المخ (عمدة الرعاية ص ۱۷ ج ۱)

”اہ نفترت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز سے آمین کہنا اسانید متعدد میں مردی ہے

اور یہ روایتیں حدیث کی معتبر کتابوں این ماجہ، نسائی، ابو داؤد و ترمذی صحیح ابن حبان

کتاب الام میں آئی ہیں۔ اس لیے ہمارے علماء اخوات شبل ابن العمام نے فتح القدير

میں اور امیر ابن العاج نے حلیۃ المحلی میں آمین بالجھر کی روایات کو قوی شہر ایا ہے۔“

نیز مولانا موصوف سعایہ میں لکھتے ہیں:-

نوجہنا بعد التامل والا معان القول بالجھر بالأمین هو الاصح لكونه

مطابقًا لما روی عن سید بن عدنان ورواية الحفص عنه صلى الله عليه وسلم ضعيفة لاتوازى روايات الجھر ووصحت وجوب ان تحمل على عدم الفرع العنيف كما اشار اليه ابن الہما مروای ضرورة داعية الى حمل رواية الجھر على بعض الاحيان والجھر للتعليم مع عدم ورود شئ من ذلك في رواية والقول بانه كان في ابتداء الامر ضعيف لان الحاكم قد صحيحة من رواية واشل بن حجر وهو نما اسلم فاخرالامر كما ذكره ابن حجر ففتح الباري واما اثر ابراهيم النخن

ونحوه فلاتوازى الروايات المرفوعة (سعایہ شرح وقایہ ص ۲۱۷)

”بھم نے بعد غور و تأمل کے آئین بالجھر کو صحیح پایا کیونکہ یہ سید بن عدنان (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو مردی ہے اس کے طبقتی ہے اور آئین بالسرکر روایت ضعیف ہے وہ روایات بالجھر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اگر بالفرض یہ صحیح بھی ہو تو وہ محول ہو گی خوب کر کی کے نہ کہنے پر میسے علامہ ابن الہام نے فتح المقدیر میں تطبیق دی ہے۔ اور کوئی ضرورت نہیں ہے کہ روایات آئین بالجھر کو بعض اوقات پر یا تعلیم صاحبہ پر محول کیا جائے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ کہنا کہ آئین بالجھر شروع میں تھا بست کمزور بات ہے کیونکہ حاکم نے آئین بالجھر کو واشل بن حجر سے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔ اور یہ صحابی آخر زمانہ اخضر صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام لائے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور جو اثر ابراهیم نخنی وغیرہ کا آئین بالسرکر مروی ہے وہ روایات مرفوعہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔“

مولانا سراج احمد صاحب حنفی شرح فارسی ترمذی میں نداہب الرعبہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : -

”واحدیث دریابن جہر بشیتر و صحیح ترا مدد است۔“ (مجموعہ شروح ارجاعیہ باعث ترمذی ص ۲۱۷)

”یعنی آئین بالجھر میں بہت زیادہ اور صحیح احادیث وارد ہیں۔“

مولانا حضرت رشید احمد صاحب حنفی گلگوہی فرماتے ہیں :-

”آئین کے باب میں دونوں طرف حدیث صحیح موجود ہے۔ اس میں بھی دو فرقی ہیں۔ ایک بھر کو اولیٰ کہتے ہیں۔ دوسرا نے خفیہ کو اولیٰ کہتے ہیں اور اصل آئین کہنے کے سنت ہونے میں تفاوت ہے لیں جو تمہدیں نے کسی ایک قول کو مردی نیا کرنا پتا معمول نہیا ہے اور اس جانب کو اولیٰ قرار دیا ہے لہذا دونوں قول صحیح ہیں کہ دونوں تقریر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عمل صحابہ سے ثابت ہیں۔“

(بیبل الرشاد ص ۱۹ باختصاری سیرا)

مولانا موصوف کے کلام سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ آئین بالجھر حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ صرف اولیٰت میں تنازع فرقیہیں ہے اور عمل صحابہ بھی آئین بالجھر پر رہا ہے۔ وذلک مانکنا بغرضی شابت کرنا ہمارا مقصد تھا) رہا آئین بالسر کی احادیث کو مولانا کا صحیح کہنا سو یہ مولانا کی صرف اپنی رائے ہے ورنہ بر طریقی محدثین اور ائمہ جرج تتعديل آئین بالسر کی کوئی روایت صحیح نہیں ملتیں علماء اخناف وغیرہم نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

مولانا محمد اسمیل شہید ہلوہی ”تنویر العینین“ میں لکھتے ہیں :-

وکذا ایظہر بعد التعمق فی الروایات والتحقیق ان الجھر بالتأمین اولیٰ

من خفضه لان روایة جھر، اکثرها واضح من خفضه (تنویر العینین ص ۲)

”بعد غود نکرو تحقیق کے یہ بات ثابت ہوئی کہ جھر آئین اولیٰ ہے آئین بالسر سے کیونکہ روایتیں

بھر کی بہت ہیں اور روایات آئین بالسر سے زیادہ واضح ہیں۔“

پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس سنتِ بھوئی پر عمل کرے اور جو اس پر عمل کرنے والے ہیں ان سے حسد و کینہ نہ رکھے۔ بلکہ ان کو عالمین بالسنت سمجھ کر ان سے خوش رہے ورنہ جو لوگ اس سنت سے چڑھتے ہیں اور عالمین بالجھر سے حسد کرتے ہیں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی فرمایا ہے۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوع میں ہے :-

مَا حَسِدُّ تُكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ مَا حَسِدَ تُكُمُ عَلَى إِسْلَامٍ وَالنَّاسُ مُؤْمِنُونَ (شیعہ ابن حماد ۱۵)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی جیسا تم مسلمانوں سے سلام اور آئین پر حسد کرتے ہیں ویسا کسی بات سے نہیں کرتے۔ و قال العلامۃ لسنہ الحنفی هذہ استناد صحیح دریجہ ثقافت احتیج مسلم بجمعیع روایتہ (حاشیہ ابن حماد ۱۷۴۱۔ بلیغ مصر) ظاہر ہے کہ سلام بھی بالجھر کبھی جاتی ہے پس آئین دیسے ہی ہونی پاہیے یعنی جھری۔ اور حسد بلا سماع غیر ممکن ہے پس یہ حدیث بھی آئین بالجھر پاکیں بڑی دلیل ہے پس مسلمانوں کو یہود کی خصلت و تشاہر سے بچنا ضروری ہے۔

ہم اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور خدا سے دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر علیک رکنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپس کے نفاق و شفاقت کو ان سے دور کرے۔ ولیس ذلک علی اللہ عزیز۔

**مسئلہ رفع الیدین** [عن ابن عمر قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إذا اقتضى الصلوة رفع يديه حداء منكبيه فإذا كبر للرکوع رفع يديه فإذا رفع رأسه من الرکوع رفع يديه ثم قال سمع الله لمن حميدا ثم قال ربنا ولد الحمد (موطا امام محمد محشی ص۳)

”حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یہین کرتے اور حجب رکوع کے لیے بکبیر کہتے تو رفع یہین کرتے اور حجب رکوع سے سراٹھاتے تو رفع یہین کر کے سمع اللہ لمن حميدا اور ربنا ولد الحمد کہتے۔ یعنی آپ کی نماز اس طرح پر تھی۔“

عن علی قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إذا قام إلى الصلوة المكتوبة  
كَبَرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَدَّاً وَمُنْكَبَيْهِ وَيَصْنَعُ مثْلَ ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ كَلَّا  
أَرَادَ أَنْ يَرْكِعَ وَلَيَضْعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعَ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ فَمِنْ  
صَلَوةِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَةِ ثَيَّبَ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَلَّا  
وَلَمْ يَرْكِعْ إِذَا قَدِمَ مِنَ الرُّكُوعِ

”وابت بے حضرت علیؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے نماز فرض کی طرف تو بکیر کہتے اور رفع یہین کرتے برا بر شانوں کے اور اسی طرح کرتے جب قراءت سے فارغ ہوتے اور لا وہ رکوع کا کرتے۔ اور اسی طرح رفع یہین کرتے تھے جب اپنا سر کوع سے اٹھاتے تھے اور نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ اپنے کسی جگہ نماز میں جب آپ بیٹھتے اور پھر جب آپ درکعت سے اٹھتے تو اسی طرح رفع یہین کرتے اور بکیر کہتے“

عَنْ أَبِي بَكْرِ الصَّدِيقِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا أَفْتَحَ الْمَصْلُوَةَ وَلَا يَرْكُعُ إِذَا رَأَقَعَ وَلَا يَرْأَسُهُ مِنَ الْرُّكُوعِ.

رواتہ ثقات (سن کبریٰ امام بیہقی مکج ۲)

”حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیپھی اپٹ اٹھاتے تھے اپنے دنوں ہاتھ جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع فرمائے اور جب اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے اسی طرح رفع یہین کرتے۔“

## حضرت خلفاء راشدین کا طرزِ عمل

عَنْ أَبِي بَكْرِ الصَّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا أَفْتَحَ الْمَصْلُوَةَ وَلَا يَرْكُعُ إِذَا رَأَقَعَ وَلَا يَرْأَسُهُ مِنَ الْرُّكُوعِ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا أَفْتَحَ الْمَصْلُوَةَ وَلَا يَرْكُعُ إِذَا رَأَقَعَ وَلَا يَرْأَسُهُ مِنَ الْرُّكُوعِ وَرَوَاتِهِ ثَقَاتٌ (التلخیص العجیب) مکج ۲ طبع دہلی و سنن بیہقی

مکج ۲ طبع حیدر آباد)

”حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ رفع یہین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سراٹھاتے اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نماز پڑھی ہے۔ آپ رفع یہین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے

اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے ہے

عن عبد الله بن القاسم قال بَيْنَمَا النَّاسُ يُصْلُوْنَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْخَرَ عَلَيْهِمْ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابَ فَقَالَ أَتُپِلُوا عَنِّي بِوَجْهِكُمْ أَصِلُّ بِكُمْ صَلَاةً رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يُصْلِي وَيَأْمُرُ بِهَا فَقَامَ مُسْتَقْبِلًا إِقْبَلَةً وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّىٰ حَادَلَ بِهِمَا مُنْكِبَيْهِ ثُمَّ سَبَّبَ رُشْمَ رَفْعَ وَرَكْعَ وَكَذَلِكَ حِينَ رَأَعَ فَقَالَ لِلْقَوْمِ هَذَا اَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلِّي بِنَارِ وَادِ الْبَيْهَقِيِّ فِي كِتَابِهِ الْخَلَافِيَّاتِ (قلمی) وَقَالَ الْإِمَامُ تَقْوِيُ الدِّينِ فِي كِتَابِهِ الْإِمَامُ رِجَالٌ اسْنَادُهُذَا الْحَدِيثِ مَعْرُوفٌ فَوْنَ رَنْصَبُ الرَّاِيَّةِ ص ۱۷۴ اَوْ دَرَائِيَّةِ ص ۲۷

”عبداللہ بن قاسم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں لوگ نماز پڑھنے کے لیے تیار ہو رہے تھے تھے ناگہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آنکھی انہوں نے فرمایا تم لوگ میری طرف متوجہ ہو تو تم کو میں ایسی نماز پڑھاؤں جیسے حضر صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور ایسی ہی نماز پڑھنے کا آپ حکم فرماتے تھے۔ پس حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور قبلہ کی طرف منکریا، دونوں ہاتھ اٹھائے کہنہوں کے برابر پھر اللہ اکبر کہا (اور نماز شروع کی) پھر آپ جب رکوع میں گئے تو رفع یہین کی اور جب رکوع سے سراٹھایا تو رفع یہین کی (پھر سلام پھیر کے) فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نماز پڑھتے تھے (جیسے میں نے پڑھی)“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع یہین سے نماز پڑھنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ یاً مُرُبِّهَا اس پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح چاروں خلفائے راشدین سے شہیت رفع یہین کی روایت و ثبوت امام بیہقی و تقاضی القضاۃ شیخ تقی الدین سکلی (متوفی ۵۵۸ھ) و حافظ زمیعی حنفی و محدث امام حاکم نے

نقل فرمایا ہے۔ (دیکھو سن بیہقی ص ۲۷۰ و تصحیح الاریہ ص ۱۳۷ و جزء رفع الیدين للبکی ص ۹۰ و التعلیق المبدع  
شرح مؤطلا امام محمد ص ۹۳ ج ۱ و التعلیق المغنو علی الدارقطنی ص ۱۱۱)

بلکہ امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث فرماتے ہیں کسی بھی صحابی سے ترک  
رفع یدین (متنازع فیہ) ثابت نہیں۔ وسم یثبت عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم انه لايرفع يديه (جزء رفع الیدين امام بخاری ص ۱ طبع دہلی)  
جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام صحابہ اس رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔ ایسے ہی حضرت  
سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

انہ سئل عن رفع الیدين فی الصلة فقال هو شئ یزین به الرجل صلوٰة  
کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرفون ایدیہم فی الاقتاء  
وعند الرکوع و اذا رفعوا رؤسہم رسن بیہقی ص ۱۷ ج اطیع حیدر آباد  
”رفع الیدين زینت نماز ہے اور سب صحابہ رفع یدین کرتے وقت شروع نماز کے او  
برقت جانے رکوع کے اور جب سراپا رکوع سے اٹھاتے“

ان حملہ روایات و آثار سے ثابت ہوا کہ خلافائے راشدین بلکہ جمیع صحابہ رفع الیدين کیا  
کرتے تھے اور بعض آثار صحابہ ترک رفع یدین کے جا خاتم اپنی تالیفات میں پیش کرتے ہیں وہ  
اکثر قومناً صحیح نہیں وہ سے احادیث مروفہ کے مقابلہ میں لائق محبت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر  
شارح صحیح بخاری فتح الباری میں لکھتے ہیں:-

وان الصحابي اذا عمل بخلاف ما رواه لا يكون كانيا في الحكم بذبح مرؤيه  
ان الحكم اذا ثبت لايزيله الا بشيء عمقطوع به وان الاصل اتباع النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فی افعاله (فتح الباری شرح صحیح بخاری ص ۱۱۱ انصاری دہلی)  
”جب صحابی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس سے مرفوع روایت منسوخ نہیں  
مانی جائے گی کیونکہ مرفوع روایت قطعیت کا حکم کھٹی ہے۔ اس کے زائل کرنے کے لیے

بھی ایسی ہی قطعی دلیل کی ضرورت ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہمارے لیے لازم ہے جعل اللہ  
علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے۔“

ربیٰ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت جو ہمارے یاد میں ترک رفع یہین میں پیش کرتے ہیں تو  
اس کا جواب علامہ زبیعی حقیؒ کے درج کردہ حوالہ میں موجود ہے جو انھوں نے امام ابو بکر احمد بن  
اسحاق المحدث الفقیر المتوفی ۴۲۲ھ سے تقلی کیا ہے۔

ان رفع الیدین قد صبح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عن الخلفاء  
الواشدين ثم عن الصحابة والتابعین وليس فـ نسیان ابن مسعود  
(رفع الیدین ما یوجب ان هؤلاء الصحابة رضی اللہ عنہم سمیر النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم رفع یہیه - من سنن الکبریٰ للبیهقی مشجع) (۲)  
ما یستغرب قد نسی ابن مسعود من القرآن ما مام یختلف المسلمين فيه  
بعد وہی المسعودتان نسی ما اتفق العلماء على نسخه کا لتطبيق ونسی کیف  
قیام الاشیئ خلف الامام ونسی ما مام یختلف العلماء فيه ان النبي صلی اللہ  
علیہ وسلم صلی الصیح يوم النحر وقته ونسی کیفیۃ جمع النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم بعرفة ونسی ما مام یختلف العلماء فيه من وضع العرف واساعد  
على الأرض في المسجد ونسی کیف کان يقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما  
خلق الذکر والاشی وادا جاز على ابن مسعودان یتسی مثل هذا في الصلة  
كيف لا یجوز مثله في رفع الیدین رنسب الراية ص ۱۷ ج المزیعی الحنفی طبع لکھنؤ  
”رفع یہین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلقا میں راشدین سے پھر صحابہ وتابعین سے  
یصح طور پر ثابت ہے اور عبد اللہ بن مسعود کا اس کو جھوٹ جانا کچھ تعجب کی یات نہیں کیونکہ  
عبد اللہ بن مسعود قرآن میں حوزہ یہین کا ہوتا جھوٹ گئے جس پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے

اسی طرح نماز میں تطہیق کا منسوب ہو نا عبد اللہ بن مسعود بھول گئے جس پر اسے علماء کا آتفاق ہے پھر عبد اللہ بن مسعود اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دشمن امام کے پیچے کس طرح کھڑے ہوں۔ نبیز عبد اللہ بن مسعود اس کو بھول گئے جس میں علماء کا کچھ اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر (ما ذوالحجۃ) کو صحیح کی نماز بہت اول وقت پر پڑھی تھی اور عبد اللہ بن مسعود اس کو بھول گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں کس طرح جمع کیا تھا اور عبد اللہ بن مسعود سجدے میں زین پر ہاتھ رکھنے کی روایت بھول گئے جو بلا احتیاط علماء ہے اور عبد اللہ بن مسعود اس کو بھول گئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وما خلق الذکر والانشی کس طرح پڑھی تھی۔ جب عبد اللہ بن مسعود نماز کے ان مسئللوں میں حدیث رسول بھول گئے تو رفع یہ میں کا بھول جانا کیوں نہیں ہو سکتا۔

علمائے اخناف اور مسئلہ رفع الیادین | مولانا مولوی عبد الحجی صاحب حنفی لکھنؤی محدث ہدایہ فرماتے ہیں :-

والحق انه لاشك في ثبوت رفع اليدين عند الرکوع والرفع منه عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم وتشير من اصحابه بالطرق القوية والاخبار الصريحة وثبتت تركه ايضا منهم فالامر سهل (سعايہ شرح الوقایہ م ۱۷) بلعکھنٹو حق بات یہ ہے کہ بے شک و شبہ بوقت رکوع اور رکوع سے سراحتے وقت رفع یہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت صاحبین سے، بے شک و شبہ اخبار صحیحہ اور طرق تقویہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور شبہ ترک بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے لہذا امر انسان ہے۔ علامہ ابو الحسن محمد بن عبد المادی صاحب سندھی مدنی محدث حنفی شارح ابن ماجہ فرماتے ہیں:-  
واما قول من قال ان ذلك الحديث (ای انه کان یرفع في اول الصلوة ثم لا یعود اليه) ناسخ رفع غير تکبیرۃ الافتتاح فهو قول بلا دليل بل لفرض  
في الباب نسخ فيكون الامر بعكس ما قالوا اولی معاقا لواندان مالک بن الموريث

دواہل بن حجڑ من رواۃ الرفع میں صلیٰ علی النبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمرہ فروا یتھما الرفع عند المکوع والرفع منه دلیل علی تأخیر الرفع و بطلان دعویٰ نسخہ فان کان هنالک نسخ فینبغی ان یکون المنسوخ ترك الرفع کیف وقد روی مالک هکذا جلسۃ الاستراحة فحملوها علی انها کانت فی آخر عمرہ فی سن الکبر فھی لیس مما فعلھا النبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قصدًا فلَا تكون سنتہ وهذا یقتضی ان لا یکون الرفع الذی رواه ثانیاً منسوخاً لكونه آخر عمرہ عند هم فالقول بالمنسوخ قریب من التناقض وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لمالک واصحابہ صلوا کماراً یتسوی اصلی وبالجملة فالاقرب القول باستثناء الامرين والرفع اقوى واکثر رحاشیہ

ابن ماجہ للسندي طبع مصر ص ۲۸۲ (ج)

”بو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث ترک رفع حدیث رفع یہیں کی ناسخ ہے اس کا قول بلا دلیل“  
بلکہ اگر مسئلہ رفع یہیں میں نسخ فرض کیا جائے تو معاملہ اس کے بعد ہونا چاہیے جو اضافت کہتے ہیں کیونکہ مالک بن حوریث صحابی اور اول بن حجڑ رفع یہیں کے راوی ہیں اور انہوں نے آخر عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی ہے جیسا کہ یہ امر خفیہ کو جی تسلیم ہے کیونکہ وہ حدیث جلسہ استراحة کا جواب دیتے ہوئے جس کے راوی مالک بن حوریث ہیں کہتے ہیں کہ یہ آپ کا فعل آخر عمر میں کبر سنی پر مgomول ہے یعنی آپ قصدًا ہنیں بیٹھے تھے پس ایک ہی راوی کی حدیث کو ایک وقت مسئلہ رفع یہیں میں اول الامر پر مgomول کرنا او منسوخ ٹھہرا اور اسی راوی کی دوسری حدیث جلسہ استراحة کی (بہ اپنے ذہبی شکر کے موافق ہے) اس کو آخر عمر کبر سنی پر مgomول کرنا کیا صریح تناقض (او تقصیب مذہبی کا ثبوت) نہیں ہے، بلکہ حدیث عدم رفع یہیں کی اس لائق ہے کہ اس کو منسوخ کہا جائے (لیکن علی سبیل التنزل)  
میرے نزدیک دونوں امر منسون ہیں تاکم حدیث رفع یہیں، می بہت قویٰ اور اکثر صحابہ

”خنی اللہ عنہم سے مروی ہے (الہند اس فرقہ کو ہی ترجیح ہے)“  
 نیز مولانا مولوی عبد الحمی صاحب منفی لکھنؤی بھی ان احادیث پر رذکرتے ہیں جو رفع یدین  
 کو منسوخ کہتے ہیں:-

وَأَفَادُ عَوْيَ نَسْخَةً كَمَا صَدَرَ عَنِ الطَّحاوِيِّ مُفْتَرًا بِحُنْ الْفَلَنِ بِالصَّحَّاَةِ  
 الْتَّارِكِينَ وَابْنَ الْهَمَامِ وَالْعَيْنِيِّ وَغَيْرَهُمْ مِنْ أَصْحَابِنَا فَلَيْسَ بِمُبَرِّهِنِ  
 عَلَيْهَا بِمَا يُشْفِي الْعَلِيلَ وَبِرَوْيِ الْقَلِيلِ (التَّعْلِيقُ الْمُجَدِّدُ شَرْحُ مَوْطَأِ أَمْمَةٍ مُحَمَّدًا)  
 ”رنج رفع کا دعویٰ بوجسین نلن بعض صحابہ سے جو تاریک رفع تھے جیسا طحاوی عینی  
 ابن الہمام وغیرہ نے کیا ہے یہ دعویٰ با دلیل نہیں جو سائل اور مفترض کی شفی کر سکے۔“  
 حضرت استاذ الہند مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-  
 والذی یَرْفَعُ اَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ لَا یَرْفَعُ فَإِنْ اَحَادِيثُ الرَّفْعِ اَكْثَرُ وَاثِبَتَ.

رجحۃ اللہ البالغہ ص ۲۷ مطبع مصر  
 ”رفع یدین کرنے والا مجھ کو بہت محبوب ہے نہ رفع یدین کرنے والے سے کیونکہ رفع یدین کی  
 روایات بہت زیادہ اور صحیح ہیں۔“  
 مولانا شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-  
 شیخ کمال الدین ابن الہمام گفتہ و قدر متفق بعد از ثبوت ہماراں ثبوت ہر کیے ازیں دو امرات  
 اذوے صلی اللہ علیہ وسلم رفع و عدم رنج (شرح سفر المساعدات فارسی طبع نوکلشور ص ۲۶)  
 یعنی حسب تصریح ابن الہمام خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع اور عدم  
 دونوں ثابت ہیں۔“

مولانا مولوی رشید احمد صاحب خنی گنگوہی سے ایک سوال دربارہ آئین رفع یدین کیا گیا  
 تھا جس کا آپ نے جو جواب دیا وہ مندرجہ ذیل ہے:-  
 سوال:- اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو رفع یدین آئین کرتا ہو تو اس کے

پاس کھڑا ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی یا ہماری نماز میں کچھ واقع نہ ہو گا۔  
**الجواب :-** کچھ خرابی نہیں آئے گی ایسا تعصی اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے  
 اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل توفی حذرا تہ درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۱ طبع قدیم)  
 واضح رہے کہ مولانا موصوف کا لفظ نفسانیت ”بِرَحْكَرْ جَوَابِ دِيَنِكُسِيْ مَلْحُوتِ پِرْمَنِیْ“ ہے  
 کیونکہ بعض لوگ جن کو تقصیب نہ ہی ہوتا ہے وہ عامل بالحدیث کو ایسے کلمات نفسانیت وغیرہ  
 کہہ دیتے ہیں اس لیے آپ نے جواب میں تصریح کر دی کہ اگر یہ فعل جو سنت نبوی ہے نفسانیت  
 کی بنابری بھی کرے تو بھی اس کو روکنے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یوں کی جاسکتی ہے کہ کسی کام میں کسی شخص کی اگر نیت بد ہے تو  
 خدا سے بدلمہ پائے گا اسی لیے ایسی بذلنی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام رضا علیہ  
 و عینہ شانی تھی جب ان کے ہاتھ سے ایک نسلم شخص خطاً قتل ہو گیا تھا۔ آسمقت قلبہ  
 (صحیح مسلم) کیا تو نے اس کا دل چیرکر دیکھ دیا تھا کہ اس نے یہ کلمہ اسلام اپنے مال بچانے  
 کے لیے پڑھا تھا۔ لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ امور اسلام میں کسی مسلم بھائی پر بذلنی نہ کرے۔  
 علامہ محمد معین سندھی صاحب تلیزی شاہ ولی اللہ صاحب خفی فرماتے ہیں:-

فِي الرُّفُعِ الْمَذْكُورِ أَرَى عِمَّا تَأْتِيَ خَبَرَ بَيْنِ مَرْفُوعٍ وَّ اَشْرَاعِ عَلَى مَا قَالَهُ مُحَمَّدُ الدِّينُ

الْفَيْرُوزَيَّادِيُّ فِي السَّفَرِ (يعنی سفر السعادة) فَالْحَدِيثُ مُتَوَاتِرٌ مَعْنَى رِوَاةِ

خَمْسُونَ مِن الصَّحَابَةِ فِيهِنَّ الْعَشْرَةَ الْمُبَشَّرَةُ عَلَى مَا قَالَهُ الْعَرَقِيُّ فِي شِحْ

الْتَّقْرِيبِ وَعِدَةَ السَّبِيلِيِّ مِنْ جَمِيلَةِ الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ فِي كِتَابِ الْمَسِيَّ

بِالْأَزْهَارِ الْمُتَنَاثِرَةِ وَنَسْبَهُ إِلَى رِوَايَةِ ثَلَاثَةِ وَعِشْرِينَ مِن الصَّحَابَةِ۔

(دراسات البیب ص ۱۴۹ طبع لاہور)

”رفع یہیں کے اثبات میں چار سوانح احادیث آثارہ روی ہیں اقول علامہ محمد الدین فیروزی  
 (صاحب فاموس) بلکہ حدیث رفع یہیں معنی متواتر ہے اس کو کچھ اس صحابہ نے روایت

کیا ہے ان میں عشرہ مبشر و بھی ہیں (یعنی دس صحابہ جن کا اپنے نبی زندگی میں عنینی فرمایا تھا) وہ اس حدیث رفع یہیں کروائیت کرتے ہیں جیسا کہ علامہ عراقی نے شرح تقریب میں ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اپنی کتاب الازھار المنشورة فی الاخبار المتوترة میں اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے اور تینیں صحابہ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلویؒ فرماتے ہیں :-

اعلم انه لما ثبت رفع اليدين في الموضع الاربعة المذكورة بروايات  
صحيحة ثابتة وأثار مرضية راجحة، ومذاهب حقة صادقة عن النبي  
صلى الله عليه وسلم وعن كبراء الصحابة وعظماء العلماء والفقهاء  
المجتهدين بحيث لا يشوبها نسخ ولا تعارض حتى ادعى بعضهم التواتر  
ولاقل من ان يكون مشهورۃ (إلى ان قال) فوضع بما ذكرنا ان ما قالوا  
ليس بصواب لا ينبغي لاحدان يصغى اليه ولا يصلح لامری من المؤمنین  
ان يعملوا وليعلوا عليه (تنویر العینین ص ۱۶۲۹)

”اس بات کو معلوم کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کبراء صحابہ اور علماء فقہاء و مجتهدین سے  
رفع یہیں کرنا چاہجگہوں میں یعنی بوقت تکمیر تحریمیہ اور بوقت رکوع اور رکوع سے سراحتانے  
وقت اور بوقت ابتداء، رکعت ثالثہ حادیث صحیحہ اور آثار پسندیدہ اور مذاہب صادقہ  
جب ثابت ہے اس طور سے کہ اس میں نسخ اور تعارض کو دخل نہیں بلکہ بعض محدثین نے تو  
اس کو متواتر کہا ہے تاہم حدیث مشہور سے تو کم نہیں تو منسخر ہونے کا دعویٰ درست  
نہیں۔ اور نہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی طرف توجیہ کی جائے اور نہ اس لائق ہے کہ کوئی

مومن اس پر عمل اور اعتماد کرے۔“

مولانا انور شاہ صاحب حنفی سابق صدر مدرس مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-

وقد ثبت الرفع والترك تواتر لا يمكِن لاحدا انكاراً حد هما لكن تواتر

العمل لا تواتر الاستاد (العرف الشذى حاشية ترمذى مک<sup>۱۷</sup>)

رفع يدين كرنا اور ترك رفع دونوں تواتر ثابت ہیں کسی کو اس کے انکار کی گنجائش نہیں کیں

توازن عملی ہے تواتر اسنادی نہیں ۲۰

یہ کہتا ہوں کہ مولانا کا ترک رفع کو تواتر عملی کہنا ایک مذہبی بحث ہے ورنہ صحابہ و تابعین سے بنسد صحیح نزک رفع ثابت نہیں ہاں خفیہ کے نزدیک ترک رفع عملی طور سے ضرور ہے تاہم غنیمت ہے کہ صدر مدرس مدرسہ دیوبندی نے رفع یدين کو تواتر عملی تسلیم کر لیا اور مسوخ ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ بلفظ لا یمکِن لاحدا انکارا حداهم اذ ما کرا خات کو ملامت فرمائے ہیں بلکہ آپ نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ ترك السنۃ بقدر زائد على ما تركه النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یخلو عن اثام (العرف الشذى مک<sup>۲۱</sup>) یعنی سنت کا ترک اس مقدار سے زائد کرنا عتبی مدت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا ہے گناہ سے خالی نہیں ۲۱

بنابریں کہاں ہیں وہ اخاف جو رفع یدين کو سنت تسلیم کرتے ہوئے تمام عمر تک رفع یدين نہیں کرتے کیا وہ بقول مولانا گناہ سے بری ہو سکتے ہیں؟ فانی اللہ المستک.

حضرت قاضی شناء اللہ صاحب پانی پتی خفی فرماتے ہیں :-

وقت رفع کو روع و سر برداشتمن ازاں رفع یدين کو اسلامی خفیہ سنت نیست لیکن اکثر فقیہاء و

محمدین اثبات آس می کنند (الا بد منہ فارسی مک<sup>۲۲</sup>)

”کوئ کو جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدين کو اسلامی خفیہ سنت نہیں مانتے لیکن اکثر

فقیہاء محمدین اس کے منون ہرنے کے تائل ہیں“

خاتمه بالتجیر خاتمه پر ہم ایک وجہ التعليم سب کے مسلم بزرگ کا فتویٰ بطور تبرک نقل کرتے ہیں۔

حضرت ایشیخ سید عبدالقدار جیلاني بخاراوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

اما الھیئات نخمس وعشرون ھیئتہ رفع الیدين عند الافتتاح والركوع

والرُّفْعُ مِنْهُ دَهْوَانٌ يَكُونُ كَفَاهُ مَعَ مُنْكَبِيهِ وَابْهَا مَا هُوَ عَنْ شَحْمَتِي اذْنِيهِ  
وَاطْرَافِ اصْبَعِهِ مَعَ فَرْدَعِ اذْنِيهِ - (غُنْيَةُ الطَّالِبِينَ مَثْجَ اطْبَعُ لَاهُور)

”نماز کی (سنتیں) سچیں ہیں۔ شروع نماز میں ہاتھ انہا نا اور کوئی کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے  
ہوئے رفع یہ دین کرنا اور وہ اس طرح کہ دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اور انگوٹھے کان کی لوکے  
زدیک تک اور انگلیوں کے سرے کافوں تک پتھر جائیں۔“

بلکہ خود پیران پیر شیخ عبدالقدار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رفع یہ دین سے نماز پڑھتے تھے کیونکہ  
آپ حنبلی المذہب تھے اگر رفع یہ دین منسوخ و منع ہوتی تو آپ نہ خود اس پر عامل ہوتے اور نہ  
اس کا قتوں میں دیتے۔ پس امید ہے جو احباب حضرت شیخ جیلانی سے سچی عقیدت رکھتے ہیں وہ  
اس فتویٰ پیر جیلانی پر ضرور عامل ہوں گے۔ واللہ الموفق والمهادی۔

تعداً و تكبیرات نماز عیدین | عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي  
صلى الله عليه وسلم كَبَرَ فِي العِيدِ ثَنَتُ عَشْرَةَ تَكْبِيرًا سَبْعَانِيَ الْأُولَى وَ  
هَمْسَانِ الْآخِرَةِ وَلَمْ يُصِلْ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا (مسند احمد۔ سنن ابی داؤد۔ من درطف)

”روایت ہے عمرو بن شعیب سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ شعیب سے وہ اپنے  
دادا عبداللہ بن عفر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید میں بارہ تکبیریں کہیں تھیں  
پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت، میں اور نماز عید کے پہلے نکوئی نماز پڑھی اور  
نہ اس کے بعد۔“

واضح رہے کہ یہ حدیث صحیح اور معمول ہے۔ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر شارح بخاری فرماتے ہیں:-

رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ والدارقطنی من حدیث عمرو بن شعيب  
عن أبيه عن جده وصححه احمد وعلی بن المديني والبغاری في محاکاة

الترمذی (التغییض المعتبر ج ۱ ج ۲)

نیز حافظ زملیعی حنفی تحریک ہدایہ میں لکھتے ہیں:-

قال (الترمذی) في عللہ اسکبرٹی سألت محمدًا عن هذا الحديث فقال  
لیں شیء فی هذا الباب اصح منه و به اقول (نصب الراایہ مکاچ طبع مصر)  
”امام ترمذی نے امام بخاری سے اس حدیث کی بابت دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ اس  
متکلہ میں اس سے صحیح کوئی روایت نہیں اور اسی پر میراث عمل ہے“  
علامہ فاضل شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں :-  
حدیث عمرو بن شعیب قال العراق اسناده صالح،  
”حافظ عراقی نے کہا کہ حدیث عمرو بن شعیب کی سند صالح ہے“  
اسی طرح علام محمد نسیر مشقی لکھتے ہیں :-

قال العراقي اسناده صالح و نقل الترمذی في العلل المفردة عن البخاری انه  
قال انه حدیث صحيح قال العراقي وهو قول اکثر اهل العلم من الصحابة  
والتابعین والائمه (شرح احكام الاحکام مکاچ ۲ طبع مصر)  
”امام عراقی نے حدیث عمرو بن شعیب کی سند کو صالح بتایا ہے اور امام ترمذی نے اپنی کتاب  
علل (متقل کتاب) میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام عراقی  
فرماتے ہیں کہ یہی (بارہ تکمیرات سے نماز عیدین پڑھنا) اکثر اہل علم صحابہ و تابعین و ائمہ  
محمدیین کا مذہب ہے“  
اور چند تکمیریں کہنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت کسی صحیح سن طریق سے نہیں  
ہے چنانچہ امام بیہقی نے لکھا ہے۔  
والحادیث المستند مع ما علیہ من عمل المسلمين اولیٰ ان یتبع (السنن الکبریٰ ج ۲)  
”یعنی بارہ تکمیریں کی حدیث مرفوع مندرج عمل کرنا اولیٰ ہے اور اسی رسولانوں کا عمل ہے“  
چنانچہ سرگردہ اخناف دیوبندی مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ایک مرید حافظ  
و حسید الدین کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔

”عیدین میں جس تقدیر تکمیرات امام وہاں (بھوپال میں) کا کہا کرے تو بھی باقی اس کے اسی قدر کہا کرو یہ مثل صحابہ میں مختلف ہوا ہے امام ابو علی زین الدین نے تین تکمیر کو پسند کیا اور دیگر انہوں نے زیادہ کو قبول کیا۔ اہل بھوپال تیرہ کہتے ہیں کہونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے تم خلاف مت کرو امام کی اطاعت کرو ایسی صورت میں امام کی اطاعت ضروری ہے“ (مکاتیب شیدیہ م۹)

مولانا موصوف کے کلام سے چند باتیں ثابت ہوئیں :-

اولاً تکمیرات بارہ جن پر عمل اہل حدیث کا ہے وہ حدیث سے ثابت ہیں۔

ثانیاً جس امر میں صحابہ مختلف ہوں وہ امر قابل عمل ہے اس پر تکمیر نہ چاہیے۔

ثانیاً فرعی اختلافی مسائل میں اتفاقاً اہل حدیث امام کی ضروری ہے۔

نیز مولانا مولوی عبدالحی صاحب حنفی لکھنؤی لکھتے ہیں :-

اخراج الترمذی و ابن ماجہ وغيرهما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبدر

فی العیدین فی الاولی سیعا قبل القراءة وفی الآخری خمسا قبل القراءة وهو

رواية عن ابن عباس والامر فيه واسع لاختلاف الصحابة قولًا و عملا و هم

كالنجوم بایهم اقتديهم اهتدیتم رعدۃ الرعایہ حاشیہ شرح تقایہ ص ۲۷۱ ج ۱

”بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز کی پہلی رکعت میں سات تکمیریں کہیں قراءت سے

پہلے اور دوسرا رکعت میں پانچ تکمیریں کہیں قراءت سے پہلے اور اسی طرح ابن عباس

(ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں) سے روایت ہے لہذا اس مثل مسئلہ میں توسع ہے کہونکہ فواؤ اولملا صحابہ

سے دونوں عمل ثابت ہیں۔ صحابہ کی مثال مثل تاروں کے ہے۔ پس تم جس صحابی کی اقدام

کرد گے یہی راہ پاؤ گے۔“

پس بارہ تکمیریں سے عیدین کی نماز پڑھنا علاوہ حدیث کے مقتدر علماء اخاف سے

بھی ثابت ہو گیا۔ فالحمد لله على ذلك۔

عورتوں کا عیدین میں جاننا | عن ام عطیة قالَتْ امْرَنَا أَنْ تُخْرِجَ الْعَوَاقِرَ وَالْعَيْنَ

**فِي الْعَيْدَيْنِ يَشْهُدُنَّ الْخَيْرَ وَدُعَوَةَ الْمُسْلِمِينَ وَيَعْتَزِلُ الْعَيْضُ الْمُصْلَى**

متفق عليه۔ (بلغ المرام ص ۲۹)

”ام عطیہ صحابی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم پرہ نہیں جوان عورتوں کو باہر لے جائیں یا ان تک کہ حائضہ عورتوں کو ہمیں عیدین کی نماز کے لیے تاکہ وہ خیر اور عالمین میں حاضر ہوں لیکن حیض والیاں نماز کی نگہ سے علیحدہ رہیں“ (اور دعا ہیں تو شامل ہوں)

بلکہ ایک روایت بخاری میں یہاں تک تاکید فرمائی گئی ہے کہ اگر کسی عورت کے پردہ کی چادر نہ ہوتی بھی وہ اپنی سہیلی کی چادر میں پہن کر چل جائے، انفاظ حدیث یہ ہیں ”قالت امرأة يارسول الله أحداً ناديه لها جلباب قال تلبسها صاحبتها من جلبهاها“ الحدیث (صحیح بن ماجہ) سبل السلام شرح بلوغ المرام (ص ۱۷۴ اطبع دہلی) میں ہے کہ ام عطیہ صحابیہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں فتویٰ خروج النساء ایں العیدین کا دستی تھیں ان کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی۔

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجہ اور یہقی میں ان الفاظ سے حدیث مروی ہے:-

إِنَّ السَّيِّئَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرُجُ بَنَاتَهُ وَنِسَاءَهُ فِي الْعِيدَيْنِ.

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی صاحزادیوں اور بیویوں کو عیدگاہ لے جاتے“

۳۱۵  
”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”ہر عورت پر باہر جانا واجب ہے۔“ (کنز العمال

مجمع الزوائد ص ۱۷۴ ، اطبع دمشق بحوالہ المسند امام احمد وابویعلی)

استاذ العہد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلی فرماتے ہیں :-

ولذ لك استحب خروج الجميع حتى الصبيان والنساء وذوات الخدار و

والحيض ويعتزلن المصلى ويشهدن المصلى (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۲۶ طبع هند)

”پھر، عورتوں، جوان پرہے والیوں کا باہر عید میں جاتا مستحب ہے لیکن حیض والیاں

جماعت نماز سے علیحدہ رہیں۔ (بوجہ حفیض کے)

علامہ محمد منیر فاضل دمشقی فرماتے ہیں :-

وقد روی، این اندیشه عن ادیکر و علی انهای قلاحتی علی کل ذات نطا

**الخروج الى العيدين والقول بكرامة المخرج على الاطلاق رد الاحاديث**

الصحيحة بالأراء الفاسدة رشح احكام الاحكام ج ٢ طبع مصر

"حضرت ابو بکر صدیق و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہر عورت پر ضروری ہے کہ وہ

عیندگاہ جائے جو لوگ عنروں کو مطلقاً منع کرتے ہیں وہ اپنی رائے سے احادیث صحیحہ

کو رد کرتے ہیں۔<sup>۲</sup>

علامہ بدرا الدین علیہ فرماتے ہیں :-

واما العحائز في رخص ل亨 التحرير في العيدين (عمدة القاري شرح يخاري ص)

”بُوڑھی عورتوں کے لیے عیدگاہ میں جانا رخصت ہے۔“ (ایں ہم غمیت است)

ام غزالی فرماتے ہیں :-

وكان صلى الله عليه وسلم يأمر بالخارج العوائق وذوات المخدود (أحياء العلوم مصرى)

۱۰) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان سورتوں اور پروردہ شیخین کے (عیگاہ میں) جانے کا حکم کیا

کتبہ تحقیق

مولانا انور شاہ صاحب حنفی سابق صدر مدرسہ مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں :-

اصل مذهنا حواز خروج النساء العبيدين وتهيي ارباب الفتوى (إلى قوله)

والحال ان المسئلة مذكورة في الهدایة ص ١٥٣ و قالا يخرجن في المصلوت

ہمارا اصل مذہب عیదین میں عورتوں کے باہر جاتے کا ہے۔ لیکن ارباب نعمتی نے منع کیا ہے اور یہ مسئلہ دایا ہے میں لکھتا ہے۔ امام ابوالواسف و محمد سب نمازوں میں عورتوں کا لکھنا

جاائز کہتے ہیں بوجرم عدم قدر و قدرت رغبت کے پس عزوف کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ  
نہیں جیسا کہ عبیدین میں جانا مکروہ نہیں ہے۔“

مولانا موصوف کی عبارت سے صریح ظاہر ہے کہ آپ جواز خروج النساء فی العبدین کے قابل  
ہیں اور ہذا یہ جیسی معتبر کتاب سے اس مسئلہ کو ثابت فرماتے ہیں اور اسی کو اصل مذہب اخاف  
بتلاتے ہیں لہذا اس روایت کے ہوتے ہوئے ارباب فتویٰ مجہولین کی نقل و فتویٰ کا اعتبار نہیں۔  
امام نووی شارح صحیح مسلم ہی فرماتے ہیں:-

واجازك ابوحنیفۃ مرۃ و منعہ مرۃ۔ (نووی شرح مسلم ص ۲۹ ج ۱)

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کبھی تو منع کیا اور کبھی اجازت دے دی۔“

چونکہ اجازت کا قول موافق حدیث ہے اس لیے وہ معتبر سمجھا جائے گا اور جو قول منع کا ہے  
وہ غیر معتبر ہے۔ آپ کی اس مشہور وصیت کے مطابق بموجب۔  
اذا صاح المحدث فهومذهبی۔

”جب کوئی مسئلہ حدیث صحیح سے ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے۔“

لہذا برادران اخاف سے التماس ہے کہ اگر کسی صحیح حدیث پر بوجرم صحت تقلید وغیرہ  
آپ لوگ عمل نہ کریں تو خدا را عالمین بالحدیث پر طعن تشییع و انکار نہ فرمائیں۔

تعالاً اور کعبات تراویح مسنونہ | عن ابن سلیمان سائل عائشة رضی اللہ عنہا کیف

کان صلوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان قالت ما كان يزيد في  
رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة - الحدیث (مؤطراً امام محمد ص ۱۳۱)

باب تیام رمضان طبع لکھنؤ، صحیح بخاری ص ۱۷۱ ج ۱ طبع مصر

”ابوسلم (تابعی) سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ صدیقہ ام المؤمنین سے رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کی نماز رمضان یعنی تراویح کا حال پوچھا تو ام المؤمنین عائشہؓ نے فرمادیا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“

چنانچہ اس حدیث کی تفصیل واضح الفاظ میں روایت ابن خزیمہ و ابن حبان سے ہوتی ہے کہ آپ نے رمضان میں قیامِ رمضان (ترویج) کی وتر کے علاوہ آخر کعیں پڑھیں۔

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَ

رَمَضَانَ شَهَانَ رَكَعَاتٍ شَمَّاً وَتَرَفَّلَهَا كَانَتِ الْفَاعِلَةُ اجْتَمَعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُونَا

أَنْ يَفْعُجَ لِلَّيْلَاتِ حَتَّىٰ أَصْبَحَنَا رَاوِاً وَابْنَ خَزِيمَةَ وَابْنَ حَبَّانَ فِي صَحِيحِهِمَا.

”جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو

نمازِ رمضان یعنی تراویح جماعت کے ساتھ آخر کعات پڑھائیں۔ پھر جب دوسرا شب

ہوئی تو ہم صحیح تک استغفار کرتے رہے لیکن آپ نہ نکلے۔ (صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان)

یہ حدیث صحیح ہے ابن خزیمہ ابن حبان اس کو اپنی اپنی ملتزم الصحفۃ کتاب لائے ہیں۔

تنبیہ:- فقط تراویح علماء کا ایک اصطلاحی نام ہے ورنہ حدیثوں میں کہیں تراویح کا

نقطہ نہیں آیا صرف قیامِ رمضان، صلوٰۃ فی رمضان وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ قیامِ رمضان

کو تراویح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی لیے محدثین نے اپنی کتابوں میں مختلف الفاظ سے

باب پاندھے ہیں۔

بعض خفیہ نے حدیث بخاری کو تہجد پر محول کیا ہے۔ لیکن اولاً تو یہ ایک مخالف ہے جو عوامِ انس کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان میں تراویح و تہجد کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ چنانچہ آخر کعات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین رات صحابہؓ کے ساتھ قیام کیا اس کو بھی تراویح ہی کہا گیا حالانکہ وہ قیام آپ نے ان تین راتوں میں ایک رات اول شب سے لے کر آخر رات تک کیا تھا۔ اس سے یہ بھی علوم ہو اکہ تراویح کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔

سلہ مولانا شیداحمد صاحب گلگوہی۔

ثانیاً حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان کبھی گیارہ رکعت سے زائد نہ تھا بنا بریں اگر رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھتے تو قیام رمضان یعنی تراویح و تہجد کر رکعات کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر گیارہ رکعت کی تعین حضرت عائشہؓ ہرگز نہ فرماتیں۔

ثالثاً سائل کا سوال صرف قیام رمضان سے تھا جس کو تراویح کہتے ہیں۔ تہجد کی نماز سے سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا بلکہ امام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے جواب میں سوال سے زائد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان وغیرہ رمضان کی تشریح فرمادی تاکہ سائل کو علاوہ قیام رمضان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بھی علم ہو جائے لہذا حدیث عائشہؓ سے مروی صحیح بخاری کی حدیث سے ثبوت آٹھ رکعات تراویح اور تین و نظر کا صریحجا ہے جس کی تائید و تشریح ابن خزیمہ و ابن حبان کی حدیث سے بخوبی صریح الفاظ میں ہوتی ہے۔ کمالاً يخفي على من طالع كتب الحديث و شردهجهما۔ بلکہ حدیث ابن خزیمہ و ابن حبان کو تعین عدد صلوٰۃ النبی دریایا مذکورہ میں علامہ بدراالدین عینی حنفی وحافظ ابن حجر محدث شارح بخاری و علامہ حافظ زیبی حنفی نے بھی ذکر کیا ہے اور اس پر کسی طرح کی جروح نہیں کی یہ بھی اس کے قبلیت و صحت کی دلیل ہے۔ دیکھو عمدۃ القاری شرح بخاری ص۴۷ ج ۲ ج ۹۵ ص ۲۷۸ و نصب الرای فی تحریج احادیث الہدایہ ص۲۹۳ ج ۱ وفتح الباری شرح بخاری ص۲۷۷ ج ۱ طبع دہلی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف آٹھ رکعات تراویح ہی (علاوہ و نظر) ثابت صحیح ہیں اس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت تراویح پڑھنا کسی روایت صحیح سے ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان بالبرهان۔

بسیں رکعت کی روایت کا حال اسی حدیث مفوع بر روایت ابن عباسؓ بسیں رکعت والی جس کو اکثر حنفیاء پنے رسولوں میں نقل کرتے ہیں تو وہ خود متفقین احتجاج کے نزدیک قابل جگہ نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ چنانچہ علام ابن الہم حنفی فتح القدير شرح ہدایہ چھپا پر نوکاشور ص۲۷۳ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔

واما ماروی ابن ابی شیبۃ فی مصنفه والطبرانی وعند البیهقی من حدث  
ابن عباس انه علیہ الصلوۃ والسلام کان يصلی فی رمضان عشرين  
رکعتہ سوی الوتر فضعیف بابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان جد الامام ابی بکر  
بن ابی شیبۃ متفق علی ضعفته مع مخالفتہ الصحیح۔

”مصنف ابن ابی شیبۃ، طبرانی او بیهقی کی روایت، ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
رمضان میں بین رکوت و تر کے سوا پڑھتے تھے ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی ابو شیبۃ  
ابراہیم بن عثمان جو امام ابو بکر بن ابی شیبۃ کا دادا ہے بالاتفاق انہی حدیث ضعیف ہے۔ علاوہ  
بریں یہ حدیث صحیح بخاری کے مخالف بھی ہے“

اسی طرح حافظ زیلیعی خنفی نے اور علامہ بدر الدین عینی خنفی نے اس روایت کی تضیییف  
کی ہے۔ دیکھو نصب الرایہ ج ۲۳۹، وسمة القاری ج ۵۹، ۲۸۷ ج ۲ طبع مصر  
نیز علامہ محمد طاہر خنفی مجمع البخاری فرماتے ہیں:-

وماروی عن ابن عباس کان يصلی عشرين فاستاده ضعیف وقد عارضه  
حدیث عاششة وہ اعلم وہا الصحیحین (مجمع البخاری ج ۲)

”بین رکوت والی حدیث ابن عباس ضعیف ہونے کے ساتھ حدیث عائشہ کے معارض بھی  
ہے بصحیحین میں ہے۔ نیز عائشہ آپ کی نماز رات کا علم (ابن عباس سے) زیادہ کوتی ہیں۔“

یزید بن رومان کا اثر | بر روایت یزید بن رومان حضرت عمر کا اثر بھی ہمارے بھائی پیش کرتے  
ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:-

كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان بثلث وعشرين  
(رکعتہ رہنماء امام مالک مث)

”حضرت عمر فاروقؑ کے زمانے میں شیش رکعت کے ساتھ لوگ قیام رمضاں کرتے تھے“  
لیکن اولاد تو یہ روایت صحیح نہیں نقطعہ السند ہے کیونکہ یزید بن رومان جو اس حدیث کے

راوی ہیں انھوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ حضرت عمرؓ کے بعد پیدا ہوئے جیسا کہ علامہ حافظ زیلیعی خلقی فرماتے ہیں، ہے۔

ویزیید بن رومان نے دمید رک عمر الخ (نصب الراية ص ۱۹۷ ج ۱)

”بیزید بن رومان نے زمانہ حضرت عمر نہیں پایا“

علامہ بدر الدین علیعی خلقی فرماتے ہیں، ہے۔

ویزیید دمید رک عمر فتحیه النقطاع اہ (عبدة القاری شرح بخاری مکتب ج ۲)

”بیزید بن رومان نے حضرت عمرؓ فاروق کا زمانہ نہیں پایا۔ پس اس میں النقطاع ہے۔“

دوسرے اس روایت میں اس امر کا ذکر نہیں کیا یہ لوگ میں رکعت بکم حضرت عمرؓ پڑھتے تھے اس کے بعد واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے لوگ جو تراویح پڑھاتے تھے وہ صرف گیارہ رکعت تھیں چنانچہ مؤٹا امام مالک وغیرہ میں ہے:-

عن السائب بن يزيد انه قال أَمْرَ عُمَرِ بْنِ الخَطَّابِ أَبِي بْنِ كَعْبٍ وَتَمِيمَةَ

الدَّارِيَ أَنَّ يَقُولَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةِ رُكُوعٍ الْحَدِيثُ (مؤٹا امام مالک

ص ۳ طبع دہلی)

”سائب بن یزید سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ابن بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ گیارہ رکعت تراویح پڑھای کریں“

اسی طرح امام یہودی تے اپنی کتاب معرفۃ السنن والاثار میں نقل کیا ہے یعنی حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت راشدہ میں صحابہ و تابعین کو با قناداع ابن بن کعب اور تمیم داری گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا۔ بلکہ ایک روایت سعید بن منصور میں اس طرح روایت کیا گیا ہے۔  
کن انقوم فی زمان عُمرِ بن الخطاب بِاحدَى عَشْرَةِ رُكُوعٍ الْحَدِيثُ۔

(المصباحی ص ۱۹۶ فی صلوٰۃ التَّرَاوِیح للعلامة جلال الدین سیوطی)

”ہم لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔“

علامہ جلال الدین محمد ورح اپنے اسی رسالہ کے مذا میں اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں۔ سندہ فی غایۃ الصحة یعنی اس حدیث کی سند نہایت صحیح ہے، لیکن نتیجہ صاف ہے کہ تراویح جو ماہ رمضان المبارک کی راٹوں میں عشاء کے بعد بجماعت پڑھی جاتی ہیں وہ بطیئہ مسنون صرف آٹھ رکعت ہیں اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت راشدہ میں صحابہؓ کو حکم فرمایا۔ علمائے اخاف کی تائید اب ہم تائید میں علمائے اخاف کے چند اقوال پیش کرتے ہیں بغور نہیں۔

مولانا انور شاہ صاحب خفی صدر مدرس مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:-

لامناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ رکعات وسم  
یثبتت فی روایۃ من الروایات انه علیہ السلام صلی التراویح والتهجد  
علحدۃ فی رمضان بیل طول التراویح و بین التراویح والتهجد فی عهده  
علیہ السلام نمیکن فرق فی الرکعات بیل فی الوقت والصفة المذکور

العرف الشذی ص ۳۹۲-۳۹۳

”یعنی اس امر کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعت پڑھی تھیں کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح اور تہجد فی رمضان میں علیحدہ علیحدہ پڑھی ہوں بلکہ رکعات تراویح بوجہ قراءت آپ طویل کرتے تھے اور تعداد اور کعبات تراویح و تہجد میں کوئی فرق نہ تھا۔ یہاں تک کہ وقت اور طریقے میں بھی“

مولانا موصوف کے کلام سے چند باتیں ثابت ہوئیں:-

اولاً یہ کہ مسنون تراویح صرف آٹھ رکعت ہیں کیونکہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح صرف آٹھ رکعت ہی ثابت ہیں۔

ثانیاً آخرت صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ نہیں پڑھتے تھے

یہی قیامِ رمضان یعنی تراویح آپ کا مرضان میں تہجد تھا کیونکہ تہجد شرع میں وہ نماز ہے جو رات کو عشاء کے بعد پڑھی جائے جس کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے)

ثالثاً تراویح اور تہجد کی تعداد رکعات اور وقت و طریقے میں کوئی فرق نہ تھا۔ چنانچہ یہ بڑی بات ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بھی قیامِ اللیل کی بیس رکعتیں نہیں پڑھیں بلکہ آپ کی رات کی نمازوں جواہادیث میں مردی ہے وہ یہی تیرہ و گیارہ رکعات ہیں۔ خود مولانا انور شاہ وغیرہ حنفی علماء نے فرمایا ہے کہ بیس رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔

واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات واما عشرون

ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفهاتفاق (العرف الشذوذ)

”بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا اٹھہ بھی اکتفیں ثابت ہیں۔ رہی بیس رکعات تراویح تو وہ بالاتفاق سنداً ضعیف ہیں (علامہ عینی وغیرہ نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے)

مولانا شیدا حمد صاحب حنفی گنگوہی دیوبندی فرماتے ہیں :-

”گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و مذکد ہے۔“  
(رسالہ الحق الصريح ص ۲۲)

مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

و لم یثبت رواية عشرین رکعة منه صلی اللہ علیہ وسلم کما هو المتعارف

الآن الا في رواية ابن ابي شيبة من حدیث ابن عباس كان رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعة والتورو قالوا اسناده ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة و هو صحیح وكانت عائشة اعلم

بحال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیرہا وقد کان الامر فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک۔ (فتح سرالمنان فی تائید مذہب التمام ص ۲۹۵ قلمی)

”یعنی حضور علیہ السلام سے بین رکعت ثابت نہیں جیسا کہ آج کل کا عام معمول ہے صرف ابن عباس کی ایک روایت میں بیبی رکعت آتی ہیں لیکن وہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ حدیث عائشہ کے معارض بھی ہے (جس میں گیارہ رکعت کا ثبوت ہے) جو صحیح ہے اسی پر آپ کے زمانہ میں عمل تھا اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے حال (نماز) کا اس نماز کے گھر میں ہونے کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ علم کرتی تھیں۔

علامہ ابوالسعود صاحب حنفی شرح کنز میں لکھتے ہیں :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم يصلها عشرين بل ثمانين (الاسسوشر کنز حجۃ)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بین رکعت تراویح نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ رکعت پڑھی ہیں۔“

علامہ طحطاوی حنفی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں وہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم يصلها عشرين بل ثمانين (طحطاوی حاشیہ در مختار مطبوعہ مصر ص ۱۹۵)

”آئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعت پڑھی ہیں بین رکعت نہیں پڑھیں۔“

نیز علامہ سید احمد طحطاوی امام ابن الہمام شارح ہدایہ سے نقل کرتے ہیں :-

ذکوفی فتح القدير ما حاصله ان الدليل يقتضي ان تكون السنة من العشرين ما فعله صلی اللہ علیہ وسلم منها ثم تركه خشية ان يكتب علينا والباقي مستحبنا وقد ثبت ان ذلك كانت احدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت في الصحيحين من حدیث عائشہ فإذا يكون المسنون على اصول مثائخنا ثمانی منها والمستحب اثنتي عشرة انتہی عبارته (طحطاوی حاشیہ در مختار ص ۱۹۵)

”فتح القدير شرح هدایہ (کی بحث) کا خلاصہ یہ ہے کہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ بین رکعتوں سے سنت تو اسی قدر ہوں جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں اور باقی نفل ہو جائیں کیونکہ ثابت یہ ہے کہ آپ کی نماز تراویح میں دتر کے گیارہ رکعت تھیں جیسا کہ صحیح بخاری و سلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں مذکور ہے۔ لہذا اس صورت میں ہمارے مشائخ کے اصول کے طبق آٹھ رکعت ہی سنت ہیں اور باقی بارہ رکعت مستحب“۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے برادران احناف یہاں بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں وہاں وہ کبھی سنت نبوی آٹھ رکعت تراویح پڑھی عمل کر لیا کریں اور جو لوگ اتباع سنت کا خیال کر کے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں ان پر طعن و تشنیع سے اجتناب فرمائیں لقول تعالیٰ۔  
نقد کان لكم في رسول الله اسوة حسنة الآلية (سورہ احزاب، رکوع ۳ پ)

”اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے لیے اچھا نمونہ ہیں ان کی اقتدار و رحمت“ جیسا کہ خود مولانا شیدا حمد صاحب گنگوہی حنفی ایک جگہ نصیحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-  
رضائے الہی اور خدا تعالیٰ کی پوری پوری رضامندی اتباع سنت سے حاصل ہوتی ہے  
کیونکہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے اس عالم میں وجود باوجود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو نور اپنی رضامندی کا عنایت فرمایا ہے۔ پس جو شخص قول و فعل نبڑی صلی اللہ علیہ وسلم پر  
پورا پورا عمل کرے گا وہی اپنی مراد کو پہنچے گا۔ فتنیہ کفایۃ لمن له درایۃ  
والله الموفق ہو الہادی۔

صفیل سیدھی کرنا اور جماعت میں پیروں کا ملانا [اگرچہ یہ مسئلہ یعنی نماز میں ایک وسرے سے پاؤں ملا کر کھڑا ہوئا اختلافی نہ تھا بلکہ متفقہ تھا مگر بعض نادان اور متعصب احناف نے اس مسئلہ کو بھی باعثِ نزع و تفرقی سمجھ رکھا ہے، اگر کوئی اہل حدیث احناف کی جماعت میں کھڑا ہو جائے اور وہ پیر ملانا چاہے تو ہمارے حنفی بھائی اپنے پیروں کو ہٹا کر فاصلہ سے کھڑا

ہونا اپنے یہ خفیت کا امتیازی مسئلہ سمجھتے ہیں اس لیے ہم اس مسئلہ پر ذرا بسط سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

عن ابن عموانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الصَّفْوَاتَ وَ حَادِثًا وَابْيَنُ الْمُنَاكِبَ وَسُدُّ الْخَلْلَ وَلَيْنُوا يَأْيِدِي إِخْوَانَكُمْ وَلَا تَدْرُغُ فُرَجَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفَّا وَصَلَةَ اللَّهِ وَمَنْ قَطَعَ صَفَّا قَطَعَهُ اللَّهُ۔ الحدیث (سنن ابی داؤد مع عون المعبود ص ۱۵۷ ج ۱)

”روایت ہے عبدالذین عمر شے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرو، اپنے موٹھوں کو برابر کرو، درمیان کے سوراخوں کو بند کرو، اپنے بجائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو اور مت رکھو (صفوں کے درمیان کشادگی شیطان کے یہ پس جو صفت کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو صفت کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) قطع کرے گا“

یہ حدیث اس امر پر صریح دلیل ہے کہ مسلمان جب صفوں میں کھڑے ہوں تو اپس میں قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوں۔ درمیان دو شخصوں کے کشادگی اور سوراخ نہ چھوڑیں۔ امام حافظ منذری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:-

الخلل بفتح الخاء المعجمة واللام ايضا هوما يكون بين الاشيين من الاتساع عند عدم التراضي والفرجات جميع فرجات وهي السكان الغالى بين الاشيين (ترجمہ ترہیب ص ۲۷ طبع مصر)

”خلل کہتے ہیں اس کشادگی کو جو درمیان دو شخصوں کے ہوتی ہے اور فرض کہتے ہیں اس جگہ کو جو درمیان دو افراد کے خالی رہتی ہے“

ایک دوسری حدیث کے جو فحمان بن بشیر سے مردی ہے یہ الفاظ ہیں:-

أَقِيمُوا صَفَوَاتَكُمْ ثَلَاثًا وَاللَّهُ لَتَقِيمَ صَفَوَاتَكُمْ أَوْلَيَّا لِهِنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

قال فلقد رأيت الرجل متألزق متكبب بمنكب صاحبه وبكعبه بكعبه  
الحاديـث رفتح البارى من مطبوعـه دهلي بـحـوالـه سـنـنـابـيـداـفـدـواـينـخـزيـهـ  
”آنحضرت صلـى اللـهـعـلـيـهـوـلـمـلـمـنـتـيـنـرـتـهـفـرـمـاـيـكـاـسـاـءـاـلـوـسـيـدـحـيـكـرـوـقـمـاـپـنـیـصـفـوـلـکـوـپـرـ  
فـرـمـاـيـاـلـلـهـکـیـقـمـیـاـنـوـقـمـسـیدـحـیـکـرـوـگـےـاـپـنـیـصـفـوـلـکـوـرـوـنـةـالـلـهـتـحـارـسـےـدـلـوـںـمـیـںـخـالـفـتـ  
ڈـالـدـےـگـاـرـاوـیـنـعـمـانـبـنـبـشـیرـصـحـابـیـکـہـتـہـہـیـکـجـبـ(ـآـپـسـےـصـحـابـنـیـیـہـسـنـاـ)  
تـوـمـیـنـنـےـوـکـیـھـاـیـکـہـہـرـاـیـکـآـدـمـیـنـماـزـمـیـںـاـپـنـےـسـاـقـھـکـےـکـنـدـھـسـےـکـنـدـھـاـدـرـشـتـ  
سـےـٹـخـنـہـمـلـاتـخـاـ“

رباع بعض حنفیہ کا اس حدیث میں کلام کرنا کہ یہ عمل بعض صحابی کا تھا یونکہ حدیث مذکور  
میں ”نفظِ رجل“ ہے۔ سو جو اب اعرض ہے کہ ”نفظِ رجل“ معرفت باللام سے بعض صحابی کے فعل پر  
استدلال کرنا محاورات حدیث سے بے خبری کی دلیل ہے کیونکہ نعماں بن بشیر کا مقصد کسی  
شخص معین کا واقعہ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ وہ اس حدیث کو بیان کر کے تعامل صحابہ بیان  
کر رہے ہیں کہ ہم صحابہ جماعت میں اس طرح کھڑے ہوتے کہ ہر ایک ہم سے دوسرے کے  
کندھ سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملتا تھا۔ یہاں شخص واحد مراد لینا سیاقی حدیث کے  
منافی ہے ورنہ لازم آئے گا کہ سب صحابہ قول نبوی سن کر تعیین حکم نہیں کرتے تھے بلکہ بعض  
صحابہ کرتے تھے اور یہ بات خلاف روشن صحابہ ہے۔ کمالاً یغتی رہی یہ بات کہ ٹخنے سے  
مراٹخنہ ہی ہے یا قدم ہے تو صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد قدم ہے کیونکہ ٹخنہ ملانے میں  
دققت تکلیف ہے جب تک قدم کو طیڑھانہ کیا جائے ٹخنے سے ٹخنہ نہیں مل سکتا۔ اس  
میں اور کئی خرابیاں لازم آتی ہیں ایک تو اس طرح کرنے سے قیام ہی مشکل ہے دوسرے  
انگلیاں بھی قبلہ رُخ نہیں رہتیں تبیرے بار بار حرکت کرنی پڑتی ہے جو نماز میں سکون و خشوع  
کے منافی ہے اس لیے ٹخنے سے ٹخنہ ملانا مراد نہیں ہے بلکہ قدم سے قدم ملانا مراد ہے۔  
چنانچہ انسُ کی حدیث جو نجاری میں ہے اس میں بجا ہے کعبہ بکعبہ کے قدمہ بقدمہ ہے۔

اور اسی لیے امام بن حارثی نے بھی اپنی تجویب میں لفظ قدم ہی کو ذکر کیا ہے فافهم و تدبر  
ہاں قدم سے قدم ملا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ جیسے چوناگھ دیوار ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض  
روایت میں رُضُّوْ اَصْفُوقْم بھی آیا ہے جس کے معنی مثل چوناگھ دیوار کے مل کر کھڑا ہوتا ہے  
جیسا کہ علامہ ابوالحسن صاحب سندھی فرماتے ہیں:-

اَيٰ يَتَلَاصِقُونَ حَتَّى لا يَكُونَ بَيْنَهُمْ فَرْجَةٌ كَمْ رُضُّوْ الْبَنَاءُ اَذَا الصَّقُ

بعضهم ببعض (حاشیہ سندی برین ما جہ مصری ص ۱۷۳)

ملتے تھے لوگ آپس میں اس طرح سے کہاں کے درمیان کوئی کشادگی نہ رہتی تھی یہ محاورہ

رض البندرا دیوار کو چوناگھ کر دیا سے ہے:-

اور اگر کوئی شخص بمحاذ نظر عدیث ٹھنڈے سے ٹھنڈے ملا لے مگر پیروں کو سیدھا کہے تو  
بہتر ہے کوئی حرج نہیں۔

اسفوس آرچ کل اگر اس سنت ہموئی پر عمل کیا جاتا ہے تو لوگ اس سنت سے اس طرح  
بدکتے اور بھاگتے ہیں جیسے سرکش خچر (دیکھو فتح الباری متن ۲۸ ج ۱ و عن المعبود وغیرہ ص ۲۵)

مولانا شیخ عبدالحق صاحب حدیث دہلوی فرماتے ہیں:-

مراد بتسویہ صرف آن است کہ متصل یا مستند و درمیان فوجہ نگذارند و پس دپیش نا یستند

و ہمارا رہا یستند (اشعة اللمعات ثرش مشکوٰۃ فارسی ص ۱۷۵ ج ۱ طبع نوکشور)

”تسویہ صرف سے مراد ہے کہ مل کر کھڑے ہوں اور درمیان میں کشادگی نہ چھوڑیں اور نہ

آگے پچھے کھڑے ہوں بلکہ ہمارا رہا کر کھڑے ہوں“

علامہ شامی حنفی فرماتے ہیں:-

ان كان في الصفت الثاني فرأى فرجة في الاول فمشى اليها مقتضى

صلاته (رشامی ص ۵۹۵)

”اگر صفت ثانی میں کوئی مقتضی ہوا اور وہ دیکھیے صفت اول میں کشادگی ہے پھر حلاوہ صفت اول

کی طرف واسطے ملانے صفت کے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔“

آہ! آج مسلمانوں میں جو نفاق و شقاق ہے کیا اس کی ایک وجہ یہ بھی نہیں ہو سکتی ہے کہ ہم نے سردارِ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بتائے ہوئے نسخہ کو عمل میں لانا چھوڑ دیا یعنی صفوں میں پیر ملانے کی سنت پر عمل پر اپنیں ہوتے کیونکہ ظاہری بدن کا اثر دل پر بھی پڑتا ہے۔ لہذا مل کر کھڑا ہونا سبب ہے دل کے ملنے کا۔ اسی یہے بوجہ ترک عمل اس سنت کے آج مسلمانوں کے دل الگ الگ ہو گئے۔ اتا  
بِللّٰهِ وَإِنّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

نماز عصر کا وقت ایک مثل پیرا عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم أَمَّنْ چَبَرَثُلُّ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى فِي الظَّهَرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشَّوَّافِ وَصَلَّى فِي الْعَصَرِ حِينَ صَارَ خَلْقُكُلُّ شَمْسًا مُمْثِلُهُ۔ الحدیث۔ رواۃ ابو داؤد و ابوداؤد و الترمذی (مشکوٰۃ مسیح ۵۹)

”روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری جبرائیل نے امامت کرائی بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ تو انہوں نے نماز پڑھائی مجھ کو ظہری جب کہ سورج داخل گیا اور سایہ بقدر تمہارے جوق کے ہو گیا تھا اور نماز پڑھائی مجھ کو عصر کی جب سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہو گیا تھا۔“

یہ حدیث صریح دلالت کرتی ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ایک مثل پر ہو جاتا ہے جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو عصر کی نماز ایک مثل ہو جانے پر پڑھائی۔

قرآن مجید میں جہاں اور نمازوں کی محافظت کی تاکید فرمائی ہے وہاں عصر کی نماز کی خصوصیت سے تاکید فرمائی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

حَاقِظُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى۔ الآیۃ (سورہ بقرۃ پ)

”مسلمانوں تمام نمازوں کی محافظت کرو اور خاص کر نمازوں کی (عصر کی)۔“

ظاہر ہے کہ نمازوں کی محافظت ان کے اوقات کی بھی محافظت ہے۔ چنانچہ اس شخصت  
صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے علاوہ اور سب نمازیں پنجگانہ اول وقت پر ٹھہتے تھے۔  
چنانچہ سید الطائف احناف دیوبند مولانا شیداحمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:-  
”ہاں وقتِ مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے۔ روایات حدیث سے ثبوتِ مثل کا ہوتا  
ہے۔ وو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں بنا، علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے۔ گواہیاط  
دوسری روایت میں ہے، ”مکاتیب رشیدیہ ص۲۹)

نیز مولانا موصوف اپنے فتاویٰ رشیدیہ ص۲۹ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-  
”ایک مثل کا نزد ہب قوی ہے لہذا اگر ایک مثل پر عصر ٹھہتے تو ادا ہو جاتی ہے۔ اعادہ نہ  
کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“

نیز آپ کی سوانح عمری ”تذكرة الرشید“ کے ص۲۷ج ا میں لکھا ہے:-  
”کہ بعد ایک مثل کے وقت عصر ہو جانا مذہب صاحبین اور ائمہ ثلاثہ علیہم السلام کا ہے۔“  
اور یہی مولانا موصوف اپنے ”مکاتیب رشیدیہ“ ص۲۹ میں دربارہ مذہب ائمہ ثلاثہ  
امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:-

”مذہب سب حق ہیں مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں گرفنا۔  
اور رب نفڑی سے نہ ہو غدر یا جحث شرعیت سے ہو کچھ حرج نہیں سب مذہب کو حق  
جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔“

بنابریں بقول مولانا جب عصر کا وقت شش پر ہوا امام شافعی و امام مالک و امام احمد  
بن حنبل کا مذہب ہوا تو اس کے حق و صحیح ہونے میں کیا شک و شبہ ہے بلکہ یہی  
مذہب امام ابو یوسف و امام محمد و امام ابو حنیفہ کا ایک روایت سے ثابت ہے جیسا کہ  
شامی وغیرہ کتب فقرہ میں لکھا ہے۔

مولانا شوق نیمویؒ خفی محدث احناف دیوبند لکھتے ہیں:-

انی نہ اجد حدیثاً صحيحاً أضعيفاً يدل على ان وقت الظهور انی ان یصیر  
امثلیہ و عن الامام ابی حنیفۃ قولان رأى اسفن عربی ص ۲۷۱)

"میں نے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف ایسی نہیں پائی جس سے یہ ثابت ہو کہ ظہر کا وقت دو  
شل تک رہتا ہے بلکہ امام ابو حنیفہؓ سے بھی اس مسئلہ میں دور و ایتیں ہیں (ایک روایت  
دو شل کی اور دسری روایت ایک شل کی یہ"

مولانا فاضلی رحمت اللہ صاحب راذنیری حنفی دیوبندی فرماتے ہیں :-

والانصاف في هذا المقام ان احاديث المثل صريحة صحيحة و اخبار

المثلين انما ذكر في توجيه احاديث استنبط منها هذه الامر والامر

الاستنبط لا يعارض الصريح رکح البصر في ذكر وقت العصر (۹)

"انصاف یہی ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہونا احادیث صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے اور  
جور روایات مثلین کی ہیں وہ غیر صریح ہیں۔ صرف استنباطی طور سے ان روایات سے  
مثلین کو ثابت کیا جاتا ہے اور یہ (مسلم اصول ہے) کہ امر استنبط امر صریح کا معاون ہیں ہو سکتا۔"

معلوم ہوا کہ ایک مثل پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل حدیث کا عمل ہے۔

نمازِ خجرا کی جماعت ہوتے سنت فخر پڑھنے کی مخالفت | برادران اخناف کی نادانی سے

یہ مسئلہ بھی اہل حدیث کا آج امتیازی ہے کیونکہ برادران اخناف بوقت جماعت فخر  
سنت فخر پڑھتے رہتے ہیں اور صریح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف بوجہ  
تقلید ناس دید کرتے ہیں اس لیے ہم اس مسئلہ پر بھی ذرا وضاحت سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔  
یعنی اسنت فخر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے اس وقت  
ستین پڑھنے سے منع فرمایا ہے:-

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَاذَا إِقْتِمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا مُكْتُوْنَةٌ (صحیح مسلم۔ جامع ترمذی

(له نیز اس بحث کے لیے دیکھیے نقیبہ ظہری ج ۲۲۹ صفحہ ۶۰)

سنن ابی داؤد۔ مسنداً امام احمد

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز  
باجماعت کھڑی ہو جائے لیکن اس کی اقسامت ہو جائے تو پھر کوئی نماذج نہ فوجوں نہیں۔“  
یہ حدیث عام ہے جیسے اور نمازوں کو شامل ہے ویسے نماز فجر کو بھی شامل ہے بلکہ  
ایک روایت ابن عدی و بنزار میں تو خاص طور سے بوقت جماعت فجر سنت فجر سے منع  
کیا گیا ہے۔ چنانچہ محلی شرح موٹا میں ہے:-

**إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةٌ لَا مُكْتَوَبَةٌ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا رَكْعَتِي**

**الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَكْعَتِي الْفَجْرُ حِرَا خَرْجَهُ ابْنُ عَدَى وَسَنْدَهُ حَسْنُ اَمَا زِيادَةُ**

**الرَّكْعَتِي الصَّبِيجُ فِي الْحَدِيثِ فَقَالَ الْبَيْهِقِيُّ هَذِهِ الزِّيادَةُ لَا اَصْلُ لَهَا.**

انہی مختصرا۔ التعلیق السجد ص واعلام اهل العصر فی احکام رکعتی الفجر

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بجماعت کے لیے اقسامت ہو جائے تو اس

وقت کوئی نماز نہیں مکروہ فرض نماز (جس کے لیے اقسامت کبھی کئی) کہا گیا یا رسول اللہ

نہ پڑھے دوستیں فجر کی بھی تو آپ نے فرمایا نہ پڑھو دوستیں فجر کی بھی۔“

مسند بنزار میں یہ حدیث ان الفاظ سے مردی ہے:-

**قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ**

**فَرَأَى نَاسًا يَصْلُوْنَ رَكْعَتِي الْفَجْرِ قَالَ صَلَاتَانِ مَعًا وَنَهِيَ اَنْ تَصْلِيَّا**

**إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ۔ (اعلام اهل العصر ص طبع دہلی)**

”ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت اقسامت فرض نماز چند دیوبون کو دیکھا

کہ وہ اس وقت فجر کی دوستیں پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ دو نمازوں ایک ساتھ

پڑھ رہے ہو؟ پھر ارشاد فرمایا کہ بوقت اقسامت صلاة فجر کی دوستیں نہ پڑھا کرو۔“

بلکہ ابو داؤد طیاسی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

“

دفعہ ابن عباس سے امامت فخر کے وقت ستیں تزوہ وادی تھیں اور اس پت نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے کھینچ لیا۔ الفاظ حدیث یہ ہیں :-

قَالَ كُنْتُ أَصْلِيْ وَأَخْذَ الْمَوْذُنَ فِي الْإِقَامَةِ فَجَدَّبَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَتُصْلِيْ أَرْبَعًا (تحفة الاحوزی ص ۲۲۳ ج ۱)

”ابن عباس نے کہا کہ میں ایک دفعہ نماز پڑھ رہا تھا کہ موزن نے امامت شروع کر دی پر آنحضرت نے مجھے کھینچ کر فرمایا کہ کیا تو رفیر کی) چار دعائیں پڑھتا ہے ہاں سنن بیہقی کی روایت جس کو احادیث پیش کرتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں :-  
اذا اقيمت الصلوة فلا صلولة الا المكتوبة الا ركعتي الفجر كذا في حاشية البخاري ص ۹ ج ۱

”جب نماز کھڑی ہوت تو سوائے نماز فرض کے کوئی نماز نہیں مگر دو رکعت سنت فخر“  
یکن یہ روایت بالکل ناقابلِ محبت اور ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ مولانا عبدالمحی صاحب  
خفی اس حدیث کی تضییف اس طرح بیان کرتے ہیں :-

لکھہ من روایۃ عباد بن کثیر و حجاج بن نصیر و هما ضعیفان ذکرہ  
الشوکانی رالتعليق الممجد حاشیہ مؤٹا محمد ص ۷ ج ۱

”اس حدیث کے دوراوی عباد بن کثیر اور حجاج بن نصیر دونوں ضعیف ہیں۔ امام شوکانی  
الیمانی فرماتے ہیں :-“

قال البیهقی هذہ الزيادة لا اصل لها و فی اسناده الحجاج بن نصیر

و عباد بن کثیر و هما ضعیفان (رواہ مجموعہ مکتب طبع لاہور)

”امام سیہقی نے کہا کہ اس زیادتی کا کوئی ثبوت نہیں اس کی سند میں عباد بن کثیر اور حجاج

بن نصیر دونوں راوی ہی ضعیف ہیں“

اسی طرح شیخ سلام الشدید ہلوی خنفیؒ نے محلی شرح مؤٹا امام مالک میں لکھا ہے (دکیل الدین بالحسر ۳۵)

مولانا انور شاہ صاحب حنفی دیوبندی فرماتے ہیں :-

اقول ان زیادۃ الارکعتی الفجیر و زیادۃ ولا رکعتی الفجیر مدرجۃ

من الرواۃ رالعرف المشذی ص ۱۹۳)

”استثناء رکعات فجر کی زیادت اور ایسے ہی نفی رکعات فجر کی دونوں حدیث میں

مدرج ہیں۔“

لیکن مولانا کا لفظ ”ولاد رکعتی الفجیر“ کو مدرج کہنا بے دلیل ہے کیونکہ یہ لفظ امام

ابن عدی وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالمحی صاحب حنفی لکھتے ہیں :-

لکن لا یغفی علی الماہرین ظاہرا لاخبار المرفووعة هو المنع۔

(التعليق الممجد ص ۲۷)

”فِي حَدِيثٍ كَمَرْهُرِ پُوشِيدَهْ نَهْمَى كَمَا حَادِيثٍ مَرْفُوعَهْ ظَاهِرٌ طَورٌ مِّنْ سُنْتٍ فَجَرْ بُرْخَنْ

كَوْنَتْ كَرْهَى هِىْ هِىْ“

نیز علامہ طحا اوی خنفی نے جزویت عبداللہ بن سرجیس سے نقل کی ہے اس سے  
صراحتاً ممانعت ثابت ہوتی ہے :-

ان رجلا جاءه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الصبح فرکع رکعتین

خلف الناس ثم دخل مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضى رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم صلات، قال يا فلان اجعلت صلاتك التي صليت معنا

او التي صليت وحدك (التعليق الممجد ص ۲۷)

”ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس

نے صفت کے پچھے فجر کی دو نیتیں پڑھیں پھر جماعت میں مل گیا جب آپ نے نماز کرنے  
سلام پھیرا تو اس شخص سے کہا کہ تو نے اپنی کون سی نماز فرض کھڑھائی۔ آیادہ نماز جو تو

ہمارے ساتھ پڑھی ہے یاد نماز جو تو نے ایکی جماعت ہوتے ہوئے پڑھی ہے۔“  
مطلوب یہ ہے کہ اگر تو فرض اس کو شمار کرتا ہے جو ہمارے ساتھ پڑھی ہے تو فرض چھوڑ کر سنت فخر کیوں پڑھتا رہا اور اگر تو نے فرض پلے سنتوں کو قرار دیا ہے تو پھر تو ہمارے ساتھ کیوں شریک ہوا؟ یہ تینخ وزیر آپ نے اس شخص کو اس لیے فرمائی کہ وہ شخص فرض نما چھوڑ کر سنت فخر پڑھتا رہا۔ پس مسلمان متعین سنت کے لیے یہ لازم ہے کہ فرض نماز ہوتے ہوئے سنت نوفل کچھ نہ پڑھے چاہے اگرچہ وہ سنت فخر ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ حدیث صریح طور سے ان خفی بھائیوں پر رد کرتی ہے جو جماعت فخر ہوتے ہوئے سنتیں پڑھتے رہتے ہیں اور عذرگناہ بدترازگناہ کرتے ہیں کہ ہم صفت سے علیحدہ پڑھتے ہیں۔ لیکن افسوس میں نے تو آج تک کوئی صریح صحیح روایت ایسی نہیں دیکھی جس میں سنت فخر کی تخصیص و تعین ہو من ادعی فعلیہ البيان۔

## فصل ۳

### ایک مجلس میں تین طلاق

اس مسئلہ میں عام خفی فقہاء یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق جیسا کہ عوام میں رواج ہتے تین ہی شمار ہو جاتی ہیں لیکن جب اس سلسلے میں طلاق دینے والے پر حقیقت کھلتی ہے اور وہ اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے تو یہ حضرات ایک طرف ذریت شد برستے ہیں کہ یہ طلاق تیتھے اور دوسری طرف اس شخص کے لیے جائز کرنے کے لیے جیسے ملاش کرتے ہیں مثلاً یہ کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر نکاح کر دیا جائے کہ وہ اس کو نکاح بلکہ دہلي کے بعد ضرور طلاق دے دے تاکہ پہلے خادم سے پھر سے نکاح کر دیا جائے۔ اس فعل شنیع کو ”حلاۃ“ کا نام دیا جاتا ہے جس کے کرنے کرانے والے پر حدیث پاک میں لعنت فرمائی گئی ہے۔

لیکن جب ہم حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاق کو ایک ہی شمار کرنا چاہیے تو جو تقدیم کے شکار یہ حضرات ہمیشہ کرتے اور تکمیل ہرام گردانتے ہیں حالانکہ یہ وہ منکر ہے جس

پر عہدِ بُوت دعہ بخلافت ابو بکر صدیق دعہ فاروقؓ میں (ایک زمانہ تک) صحابہ و تابعین کا عمل رہا۔ چنانچہ روایت حضرت ابن عباسؓ صحیح علم و سن ابی داؤد و سن بہرقی وغیرہ کتب حدیث میں ہے:-  
 کَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ يَكُرِّرْ وَتَشَتَّتُ  
 مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الشَّلَاثَةِ وَاحِدَةً الْحَدِيثِ .

”تین طلاقیں (جوجیں واحدیں دی جاتی تھیں) و ذرمانہ نبوی و خلافت صدیقی دو و سال خلافت فاروقی میں ایک طلاق رحمی شمار ہوتی تھی“ یہ نیز مسند میں ہے۔

طلق رکانۃ بن عبد یزید امرأۃہ ثلاشا فی مجلس واحد فخرن علیها  
 حزن اشدیدا قال فسأله رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتها  
 قال طلقتها ثلاثة قال فقا فی مجلس واحد قال نعم قال فاتما تک  
 واحدة فارجعوا ان شئت قال فرجعوا هاروا الا امام احمد فی مسندہ ریجہ  
 طبع المعرف بتعلیق العلامۃ احمد شاکرؒ وابو لیلی وصححه من طريق  
 محمد بنت اسحاق وهذا الحدیث نص فی المسئلۃ لا یقیل الذی فی غیرہ  
 من الروایات کذا فی فتح الباری (ص ۱۹۳ ج ۵ طبع دھلی)

”ایک مرتبہ حضرت رکانۃ صحابیؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس کو سخت غم لاحق ہو گیا (وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور با جراحتیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسے طلاق دی؟ اس نے کہا تین طلاقیں۔ فرمایا ایک ہی مجلس میں؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو وہ ایک ہی ہے (رسی) جاؤ رجوع کرنا پاہ ہو تو کرو۔“  
 چنانچہ اس نے رجوع کر لیا۔“

یہ حدیث اور حدیث مسلم دونوں سندًا صحیح ہیں اور ان احادیث کی تصحیح بہت سے مذکور نے بھی کی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنی نادافی اور حالت غصہ میں اپنی بیوی کو مجلس واحد لینی ایک طہر میں تین طلاقیں دفعتاً دے دے تو وہ بیوی اس کے خاوند پر حرام

نہیں ہوتی۔ عدالت کے اندر بلا حلالہ رجوع درست ہے بشرطیکہ اس رجوع سے مقصداں کا عورت کو آباد کرنا ہونہ محض اضرار تو تکلیف پہنچانا اور اگر اس عورت مطلقہ کی عدالت گزرنی ہے تو پھر وہ تجدید زنا کا حکم سے مطلق کے لیے بلا حلالہ حلال ہو سکتی ہے اور یہ مسئلہ بے کام پر ایک جماعت صحابہ و تابعین والمددین کا عمل رہا جیسا کہ سید آلوسی نراہ بند دی نے اپنی کتاب جلاء العینین میں حافظ ابن قیمؓ نے نقل کیا ہے کہ اس مشکلہ عدم وقوع طلاق ثلاث مجلس واحد کی طرف صحابہ میں سے زیرین عوام و عبد الرحمن بن عوف و حضرت علی و عبد اللہ بن مسعود و تابعین میں سے عکرمہ و طاؤس۔ اور تبع تابعین میں سے محمد بن اسحاق وغیرہ گئے ہیں۔ یہی فتویٰ امام داؤد بن علی کا ہے یہاں ظاہر سے ہیں۔ اور یہی ہی فتویٰ بعض اصحاب مالکؓ کا، بعض اخاف کا اور بعض اصحاب امام احمدؓ کا ہے۔ بلکہ خود امام احمدؓ کا بھی۔ دیکھو جلاء العینین ص ۲۳ طبع مصر

نیز علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :-

و عن ابن عباس يقع به واحدة وبه قال اسحق و طاؤس و عكرمة  
لما في مسلم ان ابن عباس قال كان اطلاق على عهد رسول الله صلى  
الله عليه وسلم و ابي بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث  
واحدة فقال عمران الناس قد استعجلوا في امر كان لهم فيه اناة فلو  
امضينا به عليهم فاما مضاه عليهم - الحديث (فتاویٰ شامی ص ۲۷۶ طبع مصر)  
حضرت ابن عباسؓ، امام اسحاق اور طاؤس و عکرمہ کا یہ قول ہے کہ تین طلاقیں مجلس واحد کی ایک رسمی طلاق ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے (یہاں حدیث کا آخری ٹکڑا اذکر کیا جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس امر میں جلدی کی جس میں ان کو شرعاً محدث تھی پس اگر ہم ان پر طلاق ثلاث کو جاری کر دیں (ذرا بہتر ہے) چنانچہ آپ نے اس کو جاری کر دیا۔

یکن واضح رہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کا حضرت عمرؓ کی طرف سے نفاذِ حضر ایک انتظامی مصلحت اور سیاسی خیال تھا جو خلیفہ کے تہذیدی حکم سے تعلق رکھتا تھا اسی لیے خلیفہ عمرؓ کے بعد اس کے بجال رہنے یا نہ رہنے، یہ اختلاف ہوا چنانچہ محدثین و فقہاء کی ایک جماعت اب تک اس کو سیاسی حکم سمجھتی ہے۔ جیسا کہ فقہ خلیفہ کی مشہور کتاب مجمع انہر شرح ملتقی ابجر میں لکھا ہے:-

وَاعْلَمُ أَنَّ فِي الْصُّدُرِ الْأَدْلُ إِذَا رَسَلَ الْثَّلَاثَ جَمِيلَةً لِمَ يَعْكِمُ الابْقَاعَ

وَاحِدَةً الْأَزْمَنْ عَمِّرْ شَمْ حَكَمَ بِوَقْعِ الْثَّلَاثَ لِكُثُرَتِهِ بَيْنَ النَّاسِ

تہذید (مجمع انہر شرح ملتقی ابجر ص ۱۹ مطبوعہ درم)

”صدر اول (زمانہ نبوت) میں تازہ تر حضرت عمرؓ مجلس واحد کی اکٹھی تین طلاق تین ایک شمار ہوتی تھی۔ جب کثرت سے لوگ ایسی طلاقیں دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے تمزیری اور تہذیدیاً ان کو بطور تین ہی کے جاری کر دیا۔“

اگر کہا جائے کہ حضرت عمرؓ سیاسی و تہذیدی طور سے تعامل بنوی کو کیسے بدی سکتے تھے، کسی امنی کو کیا یہ حق ہے کہ وہ سنت بنوی میں تبدیلی کر سکے۔ پھر جس قدر صحابہ کرام زمانہ عمرؓ میں تھے وہ بھی حضرت عمرؓ اس رئے سے توافق رکھتے تھے لہذا ضرور کسی شرعی دلیل سے حضرت عمرؓ نے ایقاع طلاق تلاش مجلس واحد کا کیا ہو گا؟

سواس کا اولاً توبیہ جواب ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے فتویٰ اور حکم کے نفاذ کی کوئی دلیل نہیں بیان فرمائی نہ کوئی حدیث مرفوض یا کوئی آیت قرآن اپنی تائید میں پیش کی اگر آپ کے پاس کوئی دلیل شرعی، حدیثی یا قرآنی ہوتی تو ضور آپ اس کو پیش کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے پاس کوئی دلیل شرعی نہ تھی صرف آپ کی ایک سیاسی انتظامی رائے تھی۔ اس سے آپ کا مقصد غالباً یہی تھا کہ جو لوگ خلافت سنت اس بدعنی طلاق کو دینے لگ گئے ہیں وہ اس سے بار آ جائیں اور سب لوگ، طلاق سنی شرعی دینا اختیار کریں کیونکہ آپ کے زمانہ

اس کا راجح عالم طور پر کثرت سے ہو گیا تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تین طلاقیں دینے پر صحابہ کو عقاب فرمایا تھا۔ **أَيُّلَعْبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَنَا فِي كُمْ**۔ الحدیث۔ پس مقصود آپ کا سنت و تعامل بُری کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ اس ناجائز رواج کی اصلاح منظور تھی جس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے۔

دوسرے یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کا خیال اس سیاسی حکم سے صرف کثرت طلاق ہی کا ستد باب مطلوب ہو کیونکہ طلاق بنفسہ ایک الغض الحلال اور شیطان کی رضا مندی کا سبب ہے لہذا کثرت طلاق خود شریعت اسلامیہ کی منشائے خلاف ہے چنانچہ آپ نے اس خیال کو تدبیر کر کر یہ سیاسی حکم جاری فرمایا اور اسی یہے صحابہ نے سکوت اختیار کیا ورنہ اگر یہ اجراء طلاق کسی مصلحت شرعیہ پر مبنی نہ ہوتا تو صحابہ کرام ضرور حضرت عمر پر انکار فرماتے، چنانچہ اعلام الموقعين ص ۲ میں ہے:-

وَعَلَمَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ حَنْ سِيَاسَةً عَمَرَ وَتَأْدِيبَهُ لِرَعِيَّتِهِ فِي

ذَلِكَ فَوَافِقُوهُ وَصَرَحُوا لِمَنْ اسْتَفْتَاهُمْ بِذَلِكَ۔

”صحابہ نے عمر کی حن سیاست برائے مصلحت رعیت تدبیر کر کر حضرت عمر کی رائے سے موافق تھی“

تیسرا خود حضرت عمر نے آخر وقت میں اس نفاذ طلاقی ثلاٹ پر افسوس ظاہر فرمایا اور اپنی نہادست بیان کی چنانچہ اس نہادست و افسوس کو حافظ ابو بکر اسماعیلی نے مند عمر میں باشد ذکر کیا ہے:-

قَالَ عُمَرُ بْنُ الخطَّابَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا نَدَمَتْ عَلَى شَيْءٍ نَدَمَتْ عَلَى شَيْءٍ

ان لَا كُونَ حِرْمَةُ الْطَّلاقِ۔ الحدیث (اغاثۃ اللہفان ص ۱۶ طبع مصر)

”حضرت عمر فرماتے ہیں جیسا میں تین چیزوں پر نادم ہوا ایسا کسی پر نہیں ہوا ایک ان میں سے تحریم ایقاع طلاقی ثلاٹ ہے۔ پس اس سے صریح ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک یہ

طلاق محرم نہ تھی۔“

واليضا قال ابن القيم ناقلا عن عمرو بن العاص قد استعجلوا في شعر  
كانت لهم فيه أناة فلما مضينا عليهم فامضوا الحديث وهذا كالصرخ  
في أنه غير حرام عنده وإنما امضاه لأن المطلق كانت له فسحة من  
الله تعالى في التفريق فرغب عما فسحة الله تعالى له إلى الشدة والتعليق  
فامضاه عمر عليه فلم يتبين له بالأخرة ما فيه من الشر والفساد  
وندمان لا يكون حرم عليهم ايقاع الشلات ومنعهم منه (اغاثة  
الهفان م ۱۲ طبع مصوقديم)

”خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب لوگوں نے اس نعمت الہی مہلت سے فائدہ  
نہ لیا اور طلاق تخلیقی کو کثرت سے دینے لگے تو آپ نے لوگوں پر ان طلاقیں تلاش  
کو جاری فرما دیا تو آپ کے تزویج کو خروقت میں جس مصلحت  
کو بُونظر کر کر اس کو حرام کیا تھا اس کا خلاف ظاہر ہوا تو آپ نے اس پر ندامت  
اور افسوس ظاہر فرمایا کہ کاش میں تحریر ايقاع ثلاث نکرتا تو بہتر تھا۔“

پس ہمارے ان سب بیانات و عبارات سے واضح ہو گیا کہ ایسی تین طلاقیں جو مجلس  
واحد میں دی گئی ہوں ایک جبی طلاق ہے جب کہ سورت مطلقہ عدت میں ہو اور بی عسل  
خود زمانہ بنبوی میں جاری رہا بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ صحابی سے اس پر عمل  
کرایا اور پھر زمانہ ابو بکر میں اس پر بلانگیہ عمل درآمد ہوتا رہا بلکہ خود حضرت عمرؓ کی خلافت  
میں دو سال تک اس پر عمل ہوتا رہا لہذا اس مسئلہ کی مخالفت اللہ اور رسول کی مخالفت  
ہے۔ اگر آپ کو اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ووضاحت مطلوب ہو تو زاد المعاود واعلام المؤذین  
واغاثۃ اللہفان کا مطالعہ کریں انشاء اللہ تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔ یہ نے یہاں فخر  
اس مسئلہ پر رسالہ کی حیثیت کے پیش نظر اختصار مدنظر کھا ہے۔ یہ مسئلہ بڑا معرکہ الاراء

ہے۔ اس لیے ہم اس مسئلہ میں بعض علماء متاخرین اخاف کے اقوالِ منصفانہ بھی پیش کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ برادران اخاف ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر غور فرمائے بزرگان کے منصفانہ فیصلہ کو قبول فرمائیں گے اور حق امر کے مانے میں کچھ دریغ نہ کریں گے۔ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

مولانا مولوی عبدالحی صاحب حنفی لکھنؤی لکھتے ہیں :-

القول الثاني انه اذا طلق ثلاثة تقع واحدة رجعية وهذا هو المتفق  
عن بعض الصحابة وبه قال داود الفاہری واتباعه وهو واحد  
القولین لما لک وبعض اصحاب احمد (بعدة المعاۃ حاشیہ شرح وفایہ ج ۲)  
”قول ثانی یہ ہے کہ تین طلاقیں مجلس واحد کی ایک رجی طلاق ہے یہی فتویٰ بعض صحابہ  
کا ہے اور ایسا ہی امام داؤد ظاہری اور اس کے تابعوں نے کہا ہے اور یہی ایک  
قول امام مالک کا ہے اور اسی طرح بعض اصحاب احمد بن حنبل نے فتویٰ دیا ہے“  
مولانا مولوی جیب الرسلین صاحب حنفی نائب مفتی مدرسہ امینیہ عربیہ دہلی ایک  
استقتار کے جواب میں فرماتے ہیں :-

الجواب :- بعض سلف صالحین و علماء متقدیین میں سے اس کے بھی فائل ہیں کہ صورت  
مرقومہ میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے اگرچہ ائمہ اربعہ میں سے یہ بعض نہیں۔ اور مفتی اہم حدیث  
پر اسی اختلاف کی بنا پر کفر و مقاطعہ و اخراج از مسجد کا فتویٰ غیر صحیح ہے بوجہ شدت ضرورت  
و خوف مناسد کے اگر طلاق شرعاً دینے والا ان بعض علماء کے قول پر عمل کر لے گا کہ جن کے  
نزدیک اس واقعہ مرقومہ میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے تو خارج مذہب حنفی سے  
نہ ہو گا کیونکہ فقہاء حنفیہ نے بوجہ شدت ضرورت کے درسرے امام کے قول پر عمل کر لیئے  
کو جائز لکھا ہے اور اسی فروعی اختلاف کی وجہ سے بعض علماء محدثین یا یگر علماء کی توہین  
کرنا بڑا سخت کبیر گناہ ہے۔ (منقول از رسالہ حتیٰ صداقت کی غلیم اشنان فتح ج ۲)

ہاں مفتی صاحب کا یہ فرمائنا کہ ائمہ ارجمند میں سے یہ بعض نہیں ڈرست نہیں ہے کیونکہ مولانا عبدالمحی صاحب حنفی نے عنده الرعایہ حاشیہ شرح و قاییہ میں لکھا ہے کہ ایک قول امام مالک اور بعض خاندانی کا بھی ہی ہے۔ باقی جو کچھ مفتی صاحب نے لکھا ہے وہ بہت ہی صحیح اور درست ہے۔ ایسے ہے کہ اس فتویٰ کا علما سے اخاف دیکھ کر آئندہ مطلق طلاق ثلاث در مجلس واحد کو گمراہ اور مرکب حرام نہ کہیں گے۔

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب حنفی دیوبندی صدر مدرس مدرسہ امینیہ عربیہ پڑھلی ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

الجواب: ایک مجلس میں تین طلاقیں ریسے سے تینوں طلاقیں پڑھانے کا ذہب  
جمہور علماء کا ہے اور ائمہ ارجمند اس پر متفق ہیں۔ جمہور علماء اور ائمہ ارجمند کے علاوہ بعض  
علماء اس کے قائل ضرور ہیں کہ ایک رجیعی طلاق ہوتی ہے اور یہ ذہب الہمدویش نے  
بھی اختیار کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور طاؤس اور عکرمہ وابن اسحاق سے متفق  
ہے پس کسی الہمدویش کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں اور نہ وہ قابل مطح  
اور نہ متحق اخراج عن المسجد ہے۔" محمد کفایت اللہ عفاض عنہ ( منتقل از اخبار الجمیعہ وہی  
ملک جلد ۴۳) مورضہ شعبان ۱۴۲۵ھ

مولانا موصوف نے اس مسئلہ طلاق ثلاثہ در مجلس واحد کو احتلافی تسلیم کرتے ہوئے ان  
لگوں پر ملامت وزبر فرمایا جو بوجہ اس احتلافی مسئلہ کے الہمدویش پر طعنہ زان ہوتے ہیں اور  
ان سے مقاطھہ و اخراج عن المسجد کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ احتلافی مسئلہ میں کوئی فرقی کسی  
فرقی پر ملامت نہیں کر سکتا۔ جب کہ ہر دو فرقی کا تسلیک حدیث ہو چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب  
گنگوہی ایک استفتاء دربارہ نماز جنازہ پر طفل سقط تحریر فرماتے ہیں:-

"کہ جب سقط مخلوق الاعضاء وغیر متسل پر نماز مختلف بین الائمه ہوئی اور ہر دو کا تسلیک  
بحدیث ہے تو اس کے عامل پر موقا خذہ شرعاً نہیں ہو سکتا زن کوئی عذاب بکھر لے جو بوجہ اللہ تعالیٰ

عمل کرتا ہے تو مستحق ثواب ہے (الی قولہ) وقت صدارض اول ترجیح احسن ہے۔ ورنہ عمل ائمہ کا اس میں مختلف طور پر ہے جس میں طول ہے جس طریق ترجیح پر کوئی عمل کر کے روا ہے بشرط للہیت۔ (منقول از فتویٰ حنفیہ ص۱)

رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جانے کا ذہب جھوڑ علماء کا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر تتفق ہیں۔ سو یہ فرمان مولانا کا عدم دائمی پر مبنی ہے کیونکہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کہ ایک طلاق رسمی پڑتی ہے۔ جیسا کہ مولانا عبد الحی صاحب حنفی نے عمدۃ الرعایہ میں تقلیل فرمایا ہے۔ اور ایک روایت امام احمد بن حنبل سے بھی ایسا ہی مردی ہے جیسا کہ علامہ سید آلوسی زادہ نے امام ابن القیم سے ”جلاء العینین فی محکمة الاحمدین“ میں تقلیل کیا ہے اور اسی طرح امام مازری کتاب ”صلیم“ میں محمد بن مقاتل سے جو امام بخاری کے اشاؤ اور صحابہ امام ابوحنیفہ سے ہیں تقلیل کرتے ہیں کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کے نسبت میں بھی ایک قول ایسا ہی مردی ہے۔

پس بعد اس بحث طویل اور تحقیقی مزید کے منصف شخص اور متبع سنت کے لیے کافی طور سے یہ ثابت ہو گیا کہ طلاق ثلث در مجلس واحد ایک طلاق رسمی ہے۔  
والله الہادی الی الصواب و هو الموفق للعمل بالسنة والكتاب۔

### فصل ۳

سواد اعظم کی پیروی | برادران اخلاق سے اکثر سنگیبا ہو گا کہ وہ اپنی خفایت و صدائ پر حدیث فاذار ایتم اختلافاً فعليکم باسواد الا عظم رواه ابن ماجہ سے استدلال کرتے ہیں جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بوقت اختلاف آراء قوم بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ گوئند ایہ حدیث ضعیف اور ناقابل صحبت ہے۔ مگر ہم بسبیل تنزل اس روایت کو تسلیم

کرتے ہوئے اس کے معنی بیان کرتے ہیں جس سے ہر مسلم صحیح تیجہ پر منجھ سکتا ہے۔  
اوّلًا اخاف کو مسلم ہے کہ کسی مسئلہ کی حقانیت و ثبوت کے لیے صرف اور ارجمند ہیں۔  
اگر سوا داعظم بھی ولیل ہو تو پھر اوقہ ارجمند نہیں رہیں گے۔ حالانکہ کسی امام نے سوادِ اعظم کو  
ولیل نام نہیں تسلیم کیا۔

WWW.KitaboSunnat.com

شانیًا قرآن کہتا ہے:-

**وَقَيْشَلٌ مَنْ عَبَادَى الشَّكُورَ** (سورہ سبا)

”میرے بندے شکر گزار تھوڑے ہیں،“

**وَإِنْ تُطْعِمُ الْكُثُرَ مِنْ فِي الْأَرْضِ يُضْلُلُكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** (سورہ انعام)

”اور اگر تم زیادہ لوگوں کا جو زمین میں آباد ہیں کہا مانو گے تو وہ تم کو سیدھے راستے  
پہنچانا گے۔“

**وَمَا يُؤْمِنُ بَشْرَهُمْ بِاِنَّ اللَّهَ اَلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ** (سورہ یوسف)

”اور اکثر لوگ یا واحد پر ایمان رکھتے ہیں وہ مشرک ہیں یعنی شرک کے کام کرتے ہیں۔“

یہ آیاتِ قرآنی بتیں طور سے بتلارہی ہی کہ خیر اور رشد و بدایت تھوڑے لوگوں میں  
ہے اور شر و ضلالت زیادہ لوگوں میں ہے۔ لہذا سوادِ اعظم کو ولیل حقانیت و صداقت  
کھٹہر ان باطالات اور بھالات ہے۔

ثالثاً سوادِ اعظم سے مراد کون ہیں آیا ہر ایک ابتوہ کثیر یا کوئی خاص جماعت۔ سو اس  
کی تفسیر ایک روایت میں آگئی ہے کہ سوادِ اعظم سے مراد کون لوگ ہیں۔ جیسا کہ حدیث  
طبرانی میں مرفوعاً آیا ہے:-

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السوادُ الْأَعْظَمُ مَنْ كَانَ عَلَى

**مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي**۔ (مجموع الزوائد ص ۱۷)

”آخرتِ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوادِ اعظم وہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب“

بنابریں بہماظ اس حدیث بنوئی کے الحمدیث ہی کا گروہ سواداً عظم ہے جو فضلہ تعالیٰ  
ما ان اعلیٰ واصحابی کا پورا مصدقہ ہے۔

لابعاً اس حدیث کا تعلق اسلامی نظام سلطنت سے ہے جیسا کہ بحوالہ نبی مجمع البخاری ہے:-

وح علیکم یا سواداً لاعظم ای جملة الناس، معظمهم الذين يجتمعون

على طاعة السلطان وسلوك النهج المستقيم (مجمع البخاري ۱۵۳ ج ۲)

”سواداً عظم سے مراد ہے لوگ ہیں جو طاعت سلطان پر تبع ہوں اور راہ راست پر ہوں“

مطلوب یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امرت کو یہ تعلیم دی ہے کہ انتخاب خلیفہ ہو یا کوئی اور امر متعلق حکومت ہو جس میں اربابِ حل و عقد کا انقلاب ہوتا اس صورت میں تم سواداً عظم یعنی اکثر ممبر شوریٰ جس طرف ہوں اس کی پیروی کرو۔ خامساً مولانا خلیل احمد صاحب سہار پوری حنفی دیوبندی شايخ ابو داؤد فرماتے ہیں:-

”الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہو گیا کہ اکثر اسلمین اور جماعت کثیر اور سواد

اعظم اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور ان کا طریقہ موجب نجات اور سنت ہے اور اس

کے تراجم کا حکم ہے پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواداً عظم اور حق پر ہے اور جو اس کے خلاف ہے اگرچہ تمام عالم ہوں باطل ہے۔“ (دیکھو براہین

فاطحہ ۱۴۷۶ طبع ساطھو ۹)

نیز مولانا موصوف اپنی اسی کتاب براہین فاطحہ کے ۱۶۵ میں لکھتے ہیں :-

”بعایک دو عالم موافق نصوص شرعیہ کے فراویں اور اس کی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات

خلاف نصوص احتجای کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر و نصور اور عن دل اللہ مقبول ہوں گے۔“

سادساً: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَنْزَأْ طَائِفَةً مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ

مَشْهُورِينَ لَا يَضْرُهُمْ مِّنْ خَالِفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ رَمْكَوَةٌ ۝

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک طائفہ میری امرت سے ہمیشہ حق پر مظفر مصور

رہے گا۔ ان کو مخالفت کی خلافت کچھ ضرر نہ سکے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے  
(یعنی قیامت)

اس حدیث میں نقطہ طائفہ آیا ہے اور طائفہ کسی بیزیر کے ایک مکڑے کو کہتے ہیں  
جو قلت پر دلالت کرتا ہے۔ پس خود ارشاد فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب و سنت کہنے والے  
طائفہ قلیلہ اگرچہ ایک شخص بھی ہوا وہ علی الحق ہے اور اس کے مخالف تمام دنیا بھی ہو تو  
مردود ہے۔ نیز علامہ ہارون مرجانی (عفی) اصولی فقیہہ فرماتے ہیں: ۔

وَفِي الْحَدِيثِ إِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فَعَلِيهِمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ وَالْمَرَادُ بِهِ  
نَزْوُمُ الْحَقِّ وَاتِّبَاعُهِ وَإِنْ كَانَ الْمُتَهَسِّكُ بِهِ قَلِيلًا وَالْمُخَالِفُ لَهُ كَثِيرًا  
لَانَّ الْحَقَّ مَا كَانَ عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ الْأَوَّلَى وَهُمُ الصَّحَابَةُ وَالَّذِينَ

اتبعُوهُمْ بِالْحَسَنِ (ناظورة الحقیقی عربی ص ۱۳۷۔ طبع بلغار)

”سواد اعظم والی روایت سے مراد اتباع حق اور نزوم حق ہے اگرچہ حق کے پکڑنے والے  
تھوڑے ہوں اور مخالفین حق زیادہ ہوں، کیونکہ حق وہی ہے جس پر صحابہ کرام اور  
ان کے متبوعین ہوں۔“

نیز رغبت کی معتبر و مشور کتاب لسان العرب (ص ۲۲۶) میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔  
وَفِي الْحَدِيثِ لَا تَزَال طَائِفَةٌ مِنْ أَمْتَى عَلَيْهِ الْحَقِّ اطَائِفَةً الْجَمَاعَةِ مِنَ النَّاسِ تَقْعُدُ عَلَى الْوَاحِدِ كَانَهُ اَرَادَ فِسَاطَاتَ الْحَقِّ اَهـ  
سابقاً: یہ روایت سرے سے ولیل ہی نہیں بن سکتی اس لیے کہ حد در جم کی ضعیف ہے  
کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابو خلف الامی ہے جس کو امام ابو حاتم نے منکر الحدیث اور امام  
یحیی بن معین نے کذاب کہا ہے (تہذیب ص ۱۲۷ و مینزان الاعدال ص ۵۲۳) ۔ ع ۔ ج ۔

## فصل ۱۱

### كتب حدیث و محدثین پر علماء احباب کا تبصرہ

محترم ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ اسلام کا دار و مدار قرآن و حدیث یہ ہے اور یہ ظاہر  
محکم دلائل و برائین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ احادیث نبویہ کا اخذ و قبول محدثین متقدمین کی تحقیقات پر بے جس کو انہوں نے اپنی  
اپنی معتبرہ کتب حدیث میں قلمبند کر دیا ہے جیسے صحیح بخاری، صحیحسلم، جامع ترمذی، سنن  
ابی داؤد، سنننسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، منسندر حمدہ اور رمذان امام مالک وغیرہ۔ مگر  
انسوں ہرچ کل اکثر برادران اخاف میں ایسا تعصب پیدا ہو گیا ہے کہ عوام انس کو عمل  
حدیث سے روکنے کے لیے طرح طرح کی موٹیگا فیاں کرتے ہیں۔ کہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ  
محدثین صحاح سنتہ والے امام شافعی کے مقلد تھے اور ہم اخاف سے تعصب رکھتے ہیں  
اس لیے ہماری دلیلوں کو ذکر نہیں کرتے بلکہ تعصب سے ہماری دلیلوں کی ضعیف کرتے ہیں  
حالانکہ یہ بزرگ ہستیاں محض خدام حدیث نبوی ہیں جن کا ورع و تقویٰ مسلم فرقیں ہے  
ان کو کسی مذہب سے کوئی تعصب نہیں اور نہ یہ کسی خاص امام کے مقلد ہیں ان کا مطلع نظر صرف  
حدیث نبوی اور آثار صحابہ کا بیان کرنا تھا۔ اسی لیے تمام مقلدین مذاہب اور براپنے اپنے  
مسائل کے دلائل ان ہی کتب حدیث معتبرہ صحاح سنتہ وغیرہ سے اخذ کرتے ہیں اور ان  
ہی کتب حدیث کا اپنے مدارس میں درس دیتے ہیں اور بعد فراغ فضیلت کی گلزاری زیر پر  
کرتے ہیں۔ پس سُنیے!

مولانا اور شاہ صاحب حقی دیوبندی سابق صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں:-

و لكن الحق ان البخاري مجتهد وكثيراً ما يكون اجتهاده موافق الاحقاف

الإمامه وافق في المسائل المشهورة بين أهل العصر الإمام الشافعى.

(العرف الشذوذ تقرير على الترمذى ص ۵)

” حق بات یہ ہے کہ امام بخاری مجتهد تھے اور ان کا اجتہاد بہت مرتبہ ہم اخاف کے  
موافق ہوتا ہے صرف چند مسائل مشهورہ میں امام شافعی کی موافقت کی ہے“  
دیکھیے! مولانا موصوف نے صحیح بخاری کو حقی مذہب کی کتاب بنادیا ہے۔ کیا اب  
بھی برادران اخاف امام بخاری کو مقلد شافعی و تعصب کہیں گے؟ دیدہ باید!

علامہ فاضل شہاب الدین احمد بن محمد سلطانی شرح بخاری کے متن حجۃ میں لکھتے ہیں :-

وَالبُخَارِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ لَمْ يَتَحَرَّ مِذَهَبُ أَمَامٍ بِعِينِهِ بَلْ اعْتَدَ عَلَى مَا صَحَّ

عَنْدَهُ مِنَ الْحَدِيثِ ثُمَّ أَكَدَهُ مِنَ الْأَثَارِ.

امام بخاری نے صحیح بخاری میں کسی تاصل امام کے نسب کو تذکرہ نہیں رکھا بلکہ جو حدیث

نبی علیہ السلام کی ان کے نزدیک صحیح ہوئی اس کو ذکر کیا اور آثار سے اس کو مؤذکر کیا۔

مولانا مولوی عبدالمحی صاحب لکھنؤی حنفی اپنی کتاب النافع الکبیر میں بیان الحاجۃ الصغیر

کے متن میں لکھتے ہیں :-

فَقَدْ وَجَدَ بَعْدَهُمْ (إِيَّ الائِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ) إِلَيْهَا رِبَابُ الْاجْتِهادِ الْمُسْتَقْلُ

كَابِيُّ ثُورَ الْيَغْدَادِيُّ وَدَاؤُدُ الظَّاهِرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُمْ۔

”امم اربعہ کے بعد بھی مجتہد مستقل ہوئے ہیں جیسے داؤد ظاہری اور ابو ثور بغدادی و امام

بخاری محمد بن اسماعیل دغیرہ“

علامہ ابوالحسن سندي حنفی حاشیہ بخاری مصری کے اول صفحہ پر لکھتے ہیں :-

وَقَدْ تَنَاهَى الْبُخَارِيُّ الْمَذَاهِبُ الْأَرْبَعَةِ وَالصَّحِّيحُ أَنَّهُ مُجْتَهِدٌ۔

”امام بخاری نے چاروں مذاہب کے مسائل پر ترقید کی ہے۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ

امام بخاری مجتہد تھے (مقلد نہ تھے)“

اور مجتہد کسی مجتہد کا مقلد نہیں ہوتا یہ مشکلہ اصولی ہے۔ پس جن لوگوں نے امام بخاری کو شافعی کہا ہے وہ صرف توافق مسائل امام شافعی کی بنابر ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالمحی صاحب فرماتے ہیں :-

(فَإِنَّمَا انتَسَبَ إِلَيْهِ لِسْلُوكِهِ طَرِيقَتِهِ فِي الْاجْتِهادِ (النافع الْكَبِيرُ ص ۱۵)

”کبھی کسی مجتہد کو بوجہ توافق طریق ابہاد کسی مجتہد کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔“

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی فرماتے ہیں :-

اتفاق علماء المشرق والغرب على انه ليس بعد كتاب الله اصح من

صحيح البخاري و مسلم (عمدة القارى ص ۱)

”مشرق و غرب کے تمام علماء اسلام اس بات پر تتفق ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد سجواری مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے“

(اور جمہور نے صحیح سجواری کو صحت میں صحیح مسلم پر ترجیح دی ہے) پھر آگے چل کر کچھ فاصلہ سے لکھتے ہیں وہذا امذهب المحققین من العنفية۔ یعنی محققین اخاف کا بھی یہی مذهب ہے کہ صحیح سجواری کو صحیح مسلم پر ترجیح دی ہے۔

مولانا مولوی شیخ عبدالحق صاحب خنفی حدیث دہلویؒ فرماتے ہیں :-

”ابوزید مروزی گوید کہ در میان رکن و مقام ابراہیم در نواب بودم کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را ویدم کہ گفت اُسی ابوزید چرا کتاب مرا درس نہیں گوئی گفتم یا رسول اللہ کتاب تو کام است گفت کتاب محمد بن اسماعیل بن سجواریؒ و از بعض علماء عظامی آور دہ انداز کرد در حوار دیدن کہ سجواری از عقبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میرافت و ہر قدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بری می واشت سجواری برپا میں تدم می نہاد و جہور علماء برآندہ کہ کتاب او در صحت مقدم است بر عیج کتب مصنفہ در حدیث تا آنکہ گفتہ انداز کا صحیح الکتب بعد

کتاب اللہ صحیح البخاری (اشعر المحدثات ص ۲۷) طبع زوکشور)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی خنفی امام ترمذی کی نسبت فرماتے ہیں :-

قلت یدل علی ان الترمذی لیس بشافعی (الثواب المحلی ص ۲)

”امام ترمذی رحمۃ اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے متفقہ نہ تھے“

مولانا قاسم صاحب ناظری خنفی دیوبندی روایات صحاح ستر کے متعلق فرماتے ہیں :-  
”ہر بر روایت صحاح سترہ وغیرہ کتب صحاح احادیث پر نہاروں حدیث بیدار مفترے تتفیع و تفہیش اور حفظ و ضبط کی یہ نوبت پہنچا دی کہ کسی ملمد بے دین کو مجال زیادہ کم

کرنے کی باقی نہیں رہی کوئی بات بدل سند متصل لائق جمعت نہیں۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰ و ۲۳۴ طبع دل)  
مولانا اشرف علی صاحب حنفی دیوبندی حدیث کے اخذ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں :-  
”یہ امر ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ بدوں سند صحیح کوئی روایت احتجاج میں مقبول  
نہیں ہو سکتی گوئی کتاب میں ہو، اول سند صحیح کا مطلب کہ کیا جاتا ہے بدوں اس  
کے جمعت نہیں“ (فتاویٰ امدادیہ ص ۳۱۷)

مولانا خلیل احمد صاحب حنفی سہار پوری اپنی کتاب براہین قاطعہ کے ص ۸ میں لکھتے ہیں :-  
”سولاریب فرقہ اہل سنت محدثین و فقہاء کا یہی معمول ہے کہ حدیث کی تصحیح کرتے ہیں  
اگر صحیح ہوتی تو قابل احتجاج جانتے ہیں ورنہ رد کرتے ہیں۔“  
اور کتنے باب مذکور کے ص ۲۱ میں اس طرح فرماتے ہیں :-  
”اوڑ تقدیر حدیث ہر ایک کافن بھی نہیں اس باب میں قول محدثین کا ہی معتبر ہوتا ہے۔“  
نیز آپ ایک اور مقام پر ان لوگوں پر رد کرتے ہوئے جو نفس نقل محدث کو اس کی توثیق  
سمجھتے ہیں۔ اس طرح لکھتے ہیں :-

”اب سنواں تو ان روایات کی توثیق خود کتاب والوں نے نہیں کی کہ ان کے نزدیک  
یہ روایات صحیح میں ہیں یا نہیں اور بدوں توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہیں ہوتی پھر  
وسرے ان کی سند بیان نہیں کی جس پر اعتماد ہو (الی ان قال) اور نفس نقل سے توثیق  
نہیں ہو سکتی نہ ازطرف ناقل اور نہ ازغیر ایسی روایات کا عقیار کس عاقل کا کام ہے۔“

(براہین قاطعہ ص ۸)

مولانا موصوف کے کلام سے چند اصولی باتیں معلوم ہوئیں۔  
اولاً یہ کہ صرف نفس نقل روایت کرنا کسی کتاب حدیث و فقہ سے بغیر کرنا اس  
کی تصحیح و توثیق کی دلیل نہیں جب تک کہ صاحب کتاب خود اس کی تصحیح و توثیق نہ کرے۔  
ثانیاً قبول روایت کے لیے ذکر سند ضروری ہے بلساند روایت قابل اعتماد نہیں۔

ثالثاً اگر کسی روایت کی سند ذکر بھی ہو تو اس کا قابلِ اعتماد ہونا ضروری ہے۔  
نیہولانا مولوی ناظر حسن صاحب حنفی دیوبندی فرماتے ہیں:-

”جرح و تحریل میں ائمہ حدیث کی پیری کرنی ہو گئی کیونکہ ہر ایک فن میں جدا گانہ امام ہوتے ہیں۔ ہر فن میں دوسرے فن کا امام کام نہیں دے سکتا ہے۔“ لکل فن رجال“ متفقہ  
مشهور ہے،“ (الفرقان فی قراءة امام القرآن باختصار تفسیر طبع میر بخش)  
موصوف اسی کتاب کے ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

مجب یہ چاروں روایۃ صحابح ستہ کے روایہ ہیں تو اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے  
کہ یہ ہر طرح مستحب ہیں“ (الفرقان ص ۲۳)

دیکھیے موصوف نے کتب صحابح ستہ کو دیگر کتب حدیث پر بیان تک ترجیح دے دی ہے کہ کسی راوی کا صحابح ستہ میں ہونا ہی اس کے معترض و توثیق کی دلیل ہے پس کہاں ہیں وہ اخاف جو اپنے خلاف روایت صحیحین و دیگر کتب صحابح ستہ کو دیکھ کر اور پڑھ کر احادیث صحیحہ میں جرح و قدر کرتے ہیں اور تاویلاتِ رکیکہ کر کے حدیث صحیح کو متروک العمل ٹھہراتے ہیں۔

حضرت مزامنہ جان جاناں صاحب حنفی کے ملفوظات میں ہے:-

”علم حدیث جامع تفسیر و فقه و تفاسیر سلوك است از برکات ایں علم نور ایمان می افزایید و تو نیقی عمل نیک و اخلاقی حسن پیدا می شود عجب است کہ حدیث صحیح غیر منسون کم مذکون بیان آں نموده اند و احوال روایۃ آن معلوم است و بکندا سلط میر سدیق بنی معصوم کہ خطاب را براں راہ نیست بعمل نہی آرند در روایت فقه کہ نا ملائیں آں قضاء و مفتیان اند احوال خبط و عدل آنها معلوم نیست و بزیادہ از دہ واسطہ میر سدیق بخت بد کہ خطاب و صواب از شان اوست معمول گردیدہ است۔ ربنا لا تؤاخذ زان نسبنا و اخطانا۔ انتہی۔

(ملفوظات در ضمن کلماتِ طیبات ص ۷۰ مطبوعہ مجتبیانی دہلی)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حمدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”باید و انسنت کر علم حدیث تا صدر مال از هجرت مدون نشد از سیده بسمة منتقل می شد بعد از صد سال مدون شدن گرفت و صد سال دیگر پایه پایه متکلم می شد و تصانیف مترب می شدند بخاری بعد دو صد سال عامل لاء حدیث شد و مرجع عالم درین فن گشت پس اول چنین کیه پیش از بهمن بخاری آس را سر انجام داد تمیز است و لاعلی اقسام حدیث از غیر آس بعد از آس محمد بنین بر تلویح آمدند و الفضل للمتقدّم پس بخاری کتاب خود را برائے صحیح مجرد مخصوص گردانید بعض ازان مستفیض و بعض مشور و بعض صحیح مقبول و درین خصلت اول کسیکه قدم راسخ نزد است بخاری است و اگر بخاری را غیر از تمیز صحیح از غیر صحیح فصلیت دیگر نباشد صدق حدیث لذاله رجال من هو لا بد درست بودے“

(مکتب درستاب امام بخاری و ضمن کلمات طبیات ص ۱۴۰)

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب فن حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-  
 ”ایک بہت بڑی غلط فہمی یہ پھیل گئی ہے کہ فن حدیث کے طبقات و مدارج اور محدثین کے طریق جمیع داند پر لوگوں کی نظر نہیں، عام طور پر یہ بجا جاتا ہے کہ تفسیر و میراث و معاشری و ملامت کی کتاب میں بسلسلہ اسناد کسی روایت کا درج ہونا اس کے لیے کافی ہے کہ اسے تسلیم کریا جائے حالانکہ یہ صریح غلطی ہے اور خود محمد بنین نے اس غلطی کو کبھی جائز نہیں رکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں جو تصریحات اس باسے میں کروی ہیں وہ قدماوی کی تصنیفات سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ انہوں نے باعتبار صحبت و شہرت و قبول احادیث کو خارج و بیرون میں تقسیم کیا ہے۔ اول درجے میں وہ مؤٹا امام مأک اور صحیحین کو قرار دیتے ہیں اور تیسرا کتب صحاح ستہ کو دوسرا دوسرے درجے میں رکھتے ہیں اس کے بعد دارمیؒ ابوسعیلؒ ابن حمیدؒ ابو داود طیبیسی کے مسانیداً و عبد الرزاقؒ ابن ابی شیبہؒ حاکمؒ ہبیقیؒ اور طبرانی وغیرہ کے مجموعے ہیں۔ انھیں تیسرا درجہ میں قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں رطب و یا بس ہر طرح کا ذخیرہ ہے بہاں تک کم

موضوع حدیثیں بھی شامل ہیں۔ شاہ صاحب نے مئین ابن ماجہ کو بھی اسی درجہ میں قرار دیا ہے مگر اس کے خلاف رائیں زیادہ ملیں گی، پورتھے درجے میں کتب حدیث کا تام بقیہ حصہ داخل ہے علی المخصوص تصانیف حاکم ابن عدی ابن مردویہ و خطیب بغدادی و تفسیر ابن جریر طبری فردوس دلیلی ابوالنعیم صاحب حاییہ ابن عساکر وغیرہ عالم کتب تغاییر دلائل، خصائص و قصص کا سرحرپشتمہ یہی کتابیں ہیں۔ ان بزرگوں نے اپنا مقصد کتب صحابہ کے جامعین سے باکل مختلف قرار دیا تھا اس مقصد کی بنی خبری ہی سے تمام مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جس قدر دہ حدیثیں پیش کرتے ہیں سب کی سب قابل اعتماد ہیں۔ ان کا مقصد صرف احادیث کو کسی خاص سلسلہ سے جمع کر دینا تھا اور اس کے نقد و بحث کو انہوں نے دوسروں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عقینہ فتن حدیث نے ہمیشہ اپنی تصنیفات میں ان کی جمع کردہ حدیثوں کو اسی وقت قبول کیا۔ عجب کہ وہ اصول مقررہ حدیث کے مطابق جانپی گئیں اور ہمیشہ ان پر اپنے اپنے اصولوں کے ماختہ رو و قدح اور نقد و بحث کرتے رہتے رہیں۔ (ایله و تجیہ ص ۱۷۵، ۱۸۰) مطبوعہ کریمی لاہور۔ مؤلفہ مولانا ابوالکلام آزاد (مولانا مولوی احمد علی صاحب حنفی میرٹھی سابق صدر مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی فرماتے ہیں:-

”صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح نسائی، ابو داؤد کو عرب سے علماء حنفیہ لا ان پر شرطیں لکھیں، اسماء الرجال چڑھائی، شروع حادث جمع کر کے حاشرے لکھے۔ برسوں مختین کیں بحث کا مقابلہ کیا، جس قدر انہوں میں اختلاف، تھا بیان کیا اس کی لغت کی تفسیری اور حل معانی کی تشریحیں تباہیں یہاں تک کہ ان کو ہندوستان میں چھپوایا۔ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھیلایا اور ایسی ارزانی کی کہ گھر گھر یہ کتابیں موجود ہوئیں اور یہ صحابہ جس کو چاروں مذہب کے علماء مانتے ہیں۔“ (زوالفقار آباد ص ۱۹۵ اور ۱۹۸)

بانختصار یہ مطبوعہ میرٹھ

اس کلام سے چند باتیں معلوم ہوئیں:-

اولاً یہ کہ کتب صحابہ کو علماء اخاف عرب سے لائے۔

ثانیاً اکثر حواشی و شروحتات، ان کتب حدیثیہ پر علماء اخاف ہی کی ہیں۔

ثالثاً ان کتب صحابہ کو علماء اخاف عرب کا علم ہے اس وجہ سے

علماء اخاف نے اتنی کاوشیں اور محنت کر کے ان کتابوں کو ہندوستان میں طبع کرایا اور گھر گھر پہنچایا۔

رابعًا ان کتب صحابہ کو پاروں مذہب کے علماء مانتے ہیں۔ پس اسی یہے دارالحدیث دیوبند میں ہماسے علماء اخاف ان کتب صحابہ کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اپنے فتاویٰ میں ان سے استدل کرتے ہیں۔ پس کہاں ہیں وہ حنفی بھائی جوان کتب صحابہ کو اہل حدیث و شافعیہ کی کتابیں بتلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کتابوں کو عرب سے لانے والے اور چھپوئے والے یہی علماء اخاف ہیں۔

مولانا مولوی حنفی محمد گفاریت اللہ صاحب حنفی دیوبندی صدر جمیعت العلماء دہلی نے کتب حدیث صحابہ کی بابت ایک سوال کے جواب میں فرمایا:-

«کتب حدیث (صحابہ کی) کتابیں ہیں ان میں حنفی، شافعی، مالکی،

خبلی مقلد غیر مقلد کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔»

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کی کتابیں علماء مذاہب اربعہ کے یہاں علم مقبول ہیں۔

## فصل ششم

### تصحیح و توثیق احادیث میں اختلاف محدثین

معجزہ ناظرین! بعض اوقات اختلاف محدثین در تصحیح احادیث، عامل حدیث کے لیے ایک طرح کا خلجان و تشویش پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے بعض خواص دعوام النّاس اس

اختلاف کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ جب اس حدیث کی نسبت خود محدثین ہی اختلاف رکھتے ہیں یعنی بعض تو اس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور بعض اس کی تضییف کر رہے ہیں ایس صورت میں ہم لوگ اس حدیث پر کس طرح عمل کر سکتے ہیں جب کہ عمل حدیث کے لیے حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ لہذا اس کے لیے ایک معیار کی ضرورت ہے جو اصول محدثین پر مبنی ہوں یعنی ہم ایسے حضرات کی خدمت میں وہ معیار پیش کرتے ہیں جو محدثین کی تحقیقات کا خلاصہ ہے۔

بات یہ ہے کہ اکثر لوگ اصول حدیث اور قواعد محدثین سے نادا اتفاق ہوتے ہیں ورنہ اس اختلاف کا فیصلہ آسانی سے ہر ایک عالم ماہر اصول کتاب و سنت کر سکتا ہے۔ سوا اولاد اعرض یہ ہے کہ جس راوی میں محدثین اختلاف کرتے ہوں اس میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بارہین متشدِ دین متعصبین سے ہیں یا متسلطین متعقین سے اور وہ انکہ جرح و تعديل سے بھی ہیں یا نہیں۔ اگر معتدلين ہم تو سلطین متعقین اور ماہر فن ہیں تو ان کا قول معتبر ہو گا اور ان کے مقابلہ میں دوسرا بارہین متشدِ دین متعصبین کا قول نامقبول ہو گا۔

ثانیاً اس اختلاف کے اور بھی کئی اسیاب ہیں جن کو ہمارے متاخرین علماء متعقین میں سے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فاضل حیثم آبادی نے مختصر طور سے اپنی کتاب حسن ابیان کے مطابق پر اس طرح بیان کیا ہے:-

”مشلاً جن لوگوں نے تضییف کی ہے ان کو وہ حدیث بسندِ ضعیف پہنچی اور جنہوں نے تضییف کی ان کو دسری سند قوی سے وہ حدیث پہنچی یادوں کو ایک ہی سندِ ضعیف سے وہ حدیث پہنچی مگر تصحیح کرنے والے کو اس حدیث کے شواہد و متابعات روایتیں مل گئیں اور تضییف کرنے والے کو وہ شواہد اور متابعات نہ ملیں چنانچہ حسنِ لذاتہ و حسنِ بغیرہ معروف ہے یادوں کو وہ شواہد میں مگر تضییف کرنے والے نے باعتبار سندِ خاص و متنِ خاص کے تضییف کی۔“

”چنانچہ جامع ترمذی میں اکثر ہوں۔ ہے غریب بہذا اللفظ اس کے یہی معنی ہیں کہ باعتبار  
 تن خاص کے وہ حدیث غریب ہے اور بعض وفہ صورت یہ ہوئی کہ کسی راوی پر جرح پائی  
 اور سبب جرح ان کو نہیں معلوم ہوا لہذا حدیث کی تضیییف کردی یا کسی امام کی جرح  
 کسی راوی پر دیکھ کر حدیث کی تضیییف کردی حالانکہ اس امام نے اپنے قول سے رجوع کیا  
 ہے جس کی اطلاع تضیییف کرنے والے کو نہ ہوتی جیسے محمد بن اسحاق کے بارے میں امام عالیٰ  
 کی جرح پا کر کسی نے ان کی روایت کو ضعییف کہہ دیا اور دوسرے محدثین کو سبب جرح یعنی  
 امام عالیٰ کا باعث بائیمی رنج کے محمد بن اسحاق کو بلکہ درشت یاد کرنا معلوم ہوا اور پھر  
 امام عالیٰ کا اس سے رجوع کرنا اور محمد بن اسحاق سے مصالحت کرنی اور ان کو بدیری دینا  
 معلوم ہوا لہذا ان محدثین نے اس جرجج سابق کو کا عدم سمجھ کر محمد بن اسحاق کی روایت کی  
 تصحیح کی جیسا کہ معزز حنفی شیخ ابن الہام نے فتح القدر میں ذکر کیا ہے اتنی  
 ثالثاً بعض وفہ محدث جاری کسی راوی میں اپنے عقیدے کے خلاف کوئی عقیدہ  
 مشلاً اعتزال و رفض کو خیال کر کے جرجح کر دیتا ہے حالانکہ وہ راوی صداقت و دیانت  
 و حفظ میں مشہور ہے۔ یعنی وہ راوی صادق اور حافظ و ضابط ہے تاہم روایت کا دار و مدار  
 محدثین محققین کے نزدیک صدق و ضبط پر ہوتا ہے۔ لہذا ایسا راوی مقبول الروایت ہے  
 اس کی روایت محدثین کے نزدیک صحیح و معتبر مانگئی گئی ہے اس قسم کے ردات بخاری و مسلم  
 میں بھی ہیں پس اگر ایسا راوی کسی روایت حدیث کا ہو تو اس کی روایت جھٹ ہے۔  
 رابعًا راوی مختلف فیہ میں ..... وجہ تضیییف اس میں بیان  
 ہے اور جاری بھی الٹہ جرح تعديل سے ہے تو ایسے راوی کی روایت ناقابل جھٹ اور  
 غیر مقبول ہوگی اور اگر جرح مبہم اور غیر مفسر ہے اور جاری بھی الٹہ جرح و تعديل سے نہیں  
 ہے تو اس کی روایت عند المحدثین مقبول اور جھٹ ہے۔  
 چنانچہ مولانا عبد الحی صاحب حنفی لکھنؤی محشی ہدایہ فرماتے ہیں : -

بل المسئلة ای تقدِّم الْجَرْحُ عَلَى التَّعْدِيلِ مَقْيِدًا بِأَنْ يَكُونُ الْجَرْحُ  
مَفْرَاقَانِ الْجَرْحِ الْبَهْمِ غَيْرِ مَقْبُولٍ مَطْلُقًا عَلَى الْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ  
فَلَا يَمْكُنُ أَنْ يَعْرَضَ التَّعْدِيلَ وَإِنْ كَانَ مَبْهَمًا رَأْفَعَ وَالْتَّكْمِيلُ مَثْلًا)  
”یعنی جرح کا مقدم ہونا اس صورت میں ہے جب جرح مفسر ہو ورنہ جرح مبهم مطلقاً صحیح  
مذہب پر غیر مقبول ہے لیں وہ تعديل کے معارض نہیں ہو سکتی اگرچہ تعديل مبهم ہو۔“  
چنانچہ اسی یہے محدثین اصحاب راوی جو حدیث ”قلتیں“ وحدیث فاتحہ خلف الامام  
کی بعض سندوں میں واقع ہے اس پر جو جرجیں بعض محدثین نے غیر مفسر و مبهم کی ہیں وہ  
محققین محدثین اور برادران اخناف کو بھی تسلیم نہیں ہیں بلکہ ان کو حسن الحدیث مانا گیا  
ہے۔ دیکھو الرفع والتمیل فی الجرح والتعدیل والعرف الشذوذ و Mizan al-axdāl وغیرہ۔  
پس مفرز برادران ملت! اگر ان مذکورہ وجوہات پر آپ کی نظر ہوگی تو پھر آپ کو  
تصحیح احادیث و تضیییف روایات میں کبھی حریف و پریشانی نہ ہوگی اور نہ آپ کسی قدر شخص  
کی متصباۃ تضیییف و تصحیح کے فریب آور دھوکہ میں آئیں گے کیونکہ اس قیدِ مذہبی نے بڑے  
بڑے علماء کو تائید مذہب کے لیے بہت سی احادیث صحیح کو مجرح بنانے اور اکثر احادیث  
ضیییف کو صحیح قرار دینے پر دلیر و بے خوف کر دیا ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری حنفیؒ حدیث حنفیہ شارح مشکوہ فرماتے ہیں : -

ثُمَّ لَا عِبْرَةَ بِنَقْلِ النَّهَايَةِ وَلَا بَقِيَّةَ شِرَاحِ الْهَدَايَةِ فَإِنَّهُمْ لَيَسْوَوْنَ مِنَ  
الْمَحْدُثِينَ وَلَا إِسْنَادَ وَالْمَحْدِيَّاتِ إِلَى أَحَدٍ مِّنَ السَّخَرِجِينَ (موضوعات کبیر)

طبع مجتبائی (دلیل)

”یعنی کچھ اعتبار نہیں ہے صاحبِ نہایہ شارح ہدایہ کا اور نہ دوسرے شارحین کا کیونکہ وہ  
محدثین میں سے نہیں ہیں اور نہ انہوں نے بیان روایت میں کسی حدیث کا حوالہ دیا ہے۔“  
پس اس سے ثابت ہوا فقہاء شارح ہدایہ وغیرہ گو وہ بڑے نقیہ اور علماء تھے مگر

روایت حدیث میں بلا نقل حوالہ معتبر کتاب ان کے قول کا اقتدار نہیں ہے۔  
چنانچہ مولانا مولوی عبدالمحی صاحب حنفی مخشی شرح و تفایل امام طحا وی حنفی کی نسبت  
فرماتے ہیں:-

قد طالعت من تصانیفه معانی الأثار وقد یسمی بشرح معانی الأثار

فوجد ته قد سلک فیه مسلک الاصفاف وتجنب عن طریق الاعتساف  
الافی بعض الموضع قد اعزل المنظر فيها عن التحقیق وسلک مسلک العجدا

والخلاف الغیرالاینیق (فوائد بھیہ ص ۲)

”میں نے امام طحا وی کی تصانیف سے معانی آثار کو دیکھا جو شرح معانی آثار کے نام سے  
مشہور ہے۔ اس میں وہ بہت جگہ تو ہری انصاف پر چلے ہیں اور بعض مواقع بین وہ  
تحقیق سے الگ ہو گئے اور طریق جمل جگڑے و خلاف غیرانیق پر چلے ہیں۔“

اس سے ظاہر ہے کہ امام طحا وی کو حمایت مذہب نے ایسا کرنے پر مجبور کیا جیسا کہ  
نظریں شرح معانی آثار پر یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ انہوں نے بہت جگہ اپنی کتاب میں احادیث  
صحیح و آثار صحابہ کو قیاس سے موازنہ کرتے ہوئے مرجوح و ناقابل عمل نہ کرایا ہے۔ اسی  
لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

لیست عادته نقد الحدیث کفتا اهل العلم (فوائد بھیہ ص طبع یوسفی)

”لیعنی ان (طحا وی) کی عادت حدیث پر کھنے میں درسرے اہل علم کی طرح نہ تھی۔“

بلکہ اکثر قیاس کی رو سے جس حدیث کو وہ محبت سمجھتے تھے اس کو تزییح دیتے تھے گو  
نود وہ کثیر الحدیث اور فقیر عالم تھے۔

اسی طرح بعض مسائل میں تعصب سے کام لینا ابن الہبام فقیہ شارح ہدایہ کا بھی مولانا  
عبدالمحی صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ (دیکھو فوائد بھیہ ص ۴ طبع یوسفی)  
پس معزز ناظرین! اکتب فقرہ مردیہ حنفیہ کی بہت سی روایات حدیثیہ ضرور قابل تنقید

ہیں مغض ان کی نقل کبھی بھی حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ رطب و یا بس روایات کا ذخیرہ ہیں۔ فتن حدیث میں محدثین ہی کا قول معتبر ہے نہ ان فقہاء کا جن کو فتن حدیث سے سوائے روایت کشی کے تحقیق رواثت و اصول روایات کا متعلق خیال نہیں اور بلا لحاظ ضعیف۔ صحیح ہر روایت کو نقل کر دینا ان کی حدیث دافی ہے۔

## فصل ۶

### موجودہ برادران احناف سے ایک شکایت اور اس پر فسوس

مرؤز ناظرین! آپ حضرات نے اس طول طویل بحث اور پاکیزہ خیالات علمائے سے نتیجہ ضرور اخذ کیا ہو گا کہ حدیث نبوی کی عزت و حرمت جیسے اہل حدیث کے نزدیک ہے ویسے ہی نداہب اربعہ مردوبہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ میں بھی ہے۔ مگر افسوس ہوتا ہے جب ہمارے برادران احناف کسی حدیث صحیح غیر مسوخ کو خلاف مذہب امام پاتے ہیں جیسے فیضین یا آمین بالبھر پاقراعت فاتحہ خلف امام وغیرہ اجن کی محنت و ثبوت کو تمام مقتبن احناف تسلیم کرتے آئتے ہیں اور کرتے ہیں تو ان کے رد اور مسوخ ہونے پر طرح طرح کی تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور کسی طرح ان کا لائق عمل ہونا نہیں تھا تے بلکہ بخلاف احیل ان کو غیر معمول یہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خود احناف کے مذہب میں ایسی روایتوں پر عمل ہے جو نہایت درجہ ضعیف اور ناقابل حجت ہیں لیکن ان کو قوی سے قوی سمجھا جاتا ہے اور ان کو معمول بہا بنانے پر بڑی بڑی کچھے دار تقریروں سے بھولے جھالے طلباء پر اثر ڈالا جاتا ہے اور اس کے راجح بنانے میں اپنے ذاتی خیالات پیش کیے جاتے ہیں جس کی ساری وجہ یہ ہے کہ یہ مسائل کتب فقہ خفیہ کے نہیں ہیں بلکہ امام شافعی (یا کسی دوسرے امام) کے ہیں اور یہ پہنچنے مذہبی محیت ہے ورنہ اگر احادیث مذکورہ پر امام ابوحنیف صاحب کا عمل ہوتا تو اسے برادران احناف ان ہی مسائل کی توثیق و تصحیح کرتے نظر آتے اور کبھی ان مسائل کے خلاف

ایسی گفتگو نہ کرتے۔

چنانچہ مشاہدہ ہے کہ براوران احتجاف جب ایک ہی حدیث میں کوئی حصہ اپنے موافق پاتے ہیں تو صرف اسی حصہ حدیث کو معتبر اور قابلِ جمعت قرار دیتے ہیں اور جو نکڑا اپنے نزہب کے موافق نہ ہو گودہ جزا اسی حدیث کا ہواں کو تسلیم نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر حدیث عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ اور حدیث ابن مخذ و رہ دیکھو ان دونوں میں جس کا جو نکڑا نزہب حنفی کے موافق ہے اسے جمعت سمجھا جاتا ہے اور جو نزہب کے خلاف ہواں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

لے حضرت عبداللہ بن زیدؑ عبدربہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

تَقَال طَافٌ فِي وَآنَا نَأْمِمْ رَجُلٌ نَقَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَذَكَرَ الْأَذَانَ بِتَرْبِيْعِ التَّكْبِيرِ تَغْيِيرٌ تَرْجِيْعٌ فَالْأَقْامَةُ فُرَادِيٌّ لَا تَدْعُ قَاتِمَ الصَّلَاةِ أَخْرَجَهُ احْمَدُ وَابْوَدُ وَصَحَّهُ التَّوْزِيُّ ابْنُ عَثْرَى يَعْتَقِيْ حَفْرَتْ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ كَوَاذَانَ كَيْ يَلِيْكَلَاتْ سَكَاهَيْنَ كَيْنَهُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اشْهَدُ ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اشْهَدُ ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اشْهَدُ ان مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ اشْهَدُ ان مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ - حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ، حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ، حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اشْهَدُ ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اشْهَدُ ان مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ، حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ، حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ اشْهَدُ ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اشْهَدُ ان مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ، حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ، حَمْدُ اللَّهِ عَلَى الصلوَةِ

اور حضرت ابو مخدود رضی کی حدیث یہ ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ الاذان تسع عشرۃ کلمۃ والاقاۃ سیع عشرۃ کلمۃ رواہ احمد والترمذی وصححہ ابو داؤد والناسی والداری وابن ماجہ (مشکوٰۃ) یعنی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو مخدود رہ کو اذان سکھائی جس کے ۱۹ کلمات تھے اور اقامت کے ، اکلمے“ یعنی یہ اذان ترجیح ہتی۔ طریقہ جس کا یہ ہے چار بار تکبیر کے بعد تدرے آہستہ آواز سے دو شہادتین رو رو بار اور پھر ملینہ آواز سے دو بار (باقی اگلے صفحے پر)

پس اب ہیری عرض آپ حضرات سے صرف اتنی ہے کہ حدیث نبوی پر عمل آپ لوگ حدیث کی حیثیت سے کیا کریں۔ اس طرح آپ کا عمل نہ ہو کہ قولِ امام کو تو آپ اصل بنائیں اور حدیث نبوی کو اس کے تابع کریں بلکہ حدیثِ رسول کو اصل قرار دیں اور قولِ امام کو جس کے ساتھ تمہاری عقیدت ہے کسی تاویل سے یا کسی توجیہ مناسب سے اس حدیث نبوی کے تابع بنائیں اور ایسے نہ کہہ دیا کریں کہ یہ روایت منسوخ ہے اسی لیے کہ ہمارے امام نے اس کو نہیں لیا یا یہ کہ امام شافعی کی یہ دلیل ہے، ہمارے امام کے پاس بھی کوئی حدیث ضرور ہو گی یا یہ کہ ہمارے امام نے اس کو ضعیف سمجھا ہو گا۔ حالانکہ امام کے پاس اس حدیث کے خلاف ہونا یا ان کا ضعیف و منسوخ اس کو سمجھنا ایک مغض احتمالی اور خیالی بات ہے اور اس کے خلاف میں یہ حدیث موجود امر حقیقی ہے پس کبھی غلطی ہے کہ یقین کو چھوڑ کر مغض احتمال و شک پر مدار عمل رکھا جائے یا حدیثوں کی تقسیم و بانٹ کر لی جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حدیثوں کو نہ ہبوب پر تقسیم نہیں کیا کہ فلاں فلاں حدیث پر شافعی عمل کرے اور فلاں حدیث پر خفی یا مالکی یا حنبلی کرے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک صحیح حدیث پر جیسے شافعی کے لیے عمل ضروری ہے ویسے ہی ایک خفی و مالکی عمل کے لیے بھی ضروری ہے۔ ورنہ بوجو بات احتمالیہ ایک خفی پیش کرتا ہے ایسے ہی ایک شافعی شخص بھی پیش کر سکتا ہے پھر تو کوئی حدیث بھی قابل عمل نہ رہے گی۔ دیکھو ارشاد خداوندی ہے:-

(تعییح احادیث صفوگر شستہ) اشہد ان لا الہ الا اللہ اور دو ہی بار اشہد ان محمد ارسلوں اللہ۔

(وضاحت) حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث مذکور کی وجہ سے خفیہ اذان اکھری کے قائل ہیں لیکن اکھری اقامت کو نہیں مانتے اور دلیل میں حضرت ابو مسند وہ کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ بنابریں حضرۃ المؤلف کا مقصد یہ تباہ ہے کہ ہمارے خفی بھائی ان دونوں حدیثوں کے ایک ایک حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے کو نہیں اور اس طرح اپنے مذہب کو اصل قرار دے کر حدیث کو اس کے تابع کر دیا کہ موافق یہ کوئی کمان لیا اور مخالف کو ترک کر دیا (مع-ج)

قُلْ وَيَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا تَنْهَا عَنِ الْحَقِيقَةِ مَا يَرَى مِنْكُمْ جَمِيعًا۔ الـالـيـة (سـورـة اـعـرـافـ)

”کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف؟“  
 یاد رکھو! کسی امام کا کسی صحیح حدیث پر عمل نہ کرنا اس حدیث کے ترک کرنے کا عذر  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع حدیث کے لیے  
 یہ شرط نہیں لگائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اگر کوئی امام عمل کرے تو اگر  
 اس پر عمل کریں۔ ربا ائمہ کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا تو اس کی غالب وجہ یہ ہے یا تو وہ حدیث  
 ان کو پہنچی نہیں یا پہنچی ہو تو صحیح طریق سے ان کو نہ پہنچی ہو بعد میں جب احادیث کی تدوین  
 و جمع ہوتی تو دیگر شواہد و متابعات سے وہ حدیث صحیح و قابل عمل ہو گئی۔ لہذا کسی امام  
 کا عمل خلاف حدیث بھوی ہونا کوئی محنت نہیں ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا امام ہو کیونکہ  
 ہم نے کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا ہے نہ کسی امام مجتہد کا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام ہی کی اطاعت و محیصت کا قیامت میں ہم سے سوال ہو گا۔ سب مسلمانوں پر آپ  
 ہی کی اتباع و اطاعت فرض ہے نہ کسی دوسرے کی چاہے وہ موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی  
 ہی کیوں نہ ہو۔ پس اے اتنیوں کے اتنی بنئے والو! خدا را کچھ تو سمجھو اور فطرت سلیمان سے  
 کام لو آج زمانہ روشنی کا ہے۔ فاتحہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمأب۔

## فصل ۶

### لقب الْمُحَدِّثِ اور فرقہ ناجیہ

یہ بالکل درست ہے کہ قرآن کریم نے امت محمدیہ کو مُسْلِم کا لقب دیا ہے۔ (قولہ تعالیٰ م)  
 وَمَا جعل عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حِجَاجَ مُلْهَةً أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَاسَكُمْ

المسلمین الـالـيـة۔ (سـورـة حـجـ - پـ۱)

”مُلْهَةً“ خدا نے تم پر دین میں کوئی تسلی نہیں رکھی اور (تمہارے لیے وہی) دین تجویز

کیا ہے تو تمہارے باب ابراہیم کا تھا اسی (خدا) نے تمہارا نام مسلمان رکھا (یعنی

فرانبردار بندے)

لیکن ساختہ ہی اس حقیقت کو بھی فرماؤش نہیں کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کی ایک خاص جماعت جس کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی و عملی شفف رہا وہ جماعت اپنے آپ کو لقب اہل حدیث سے ملقب کرتی رہی۔

چنانچہ امام شعبی جو ایک جلیل القدر تاریخی اور فتن حدیث کے مشهور امام ہیں اپنے استاذہ کو ”اہل حدیث“ کے نام سے یاد کرتے ہیں، اور امام شعبی کے استاذہ، صحابہ کرام ہیں۔ دیکھو تذکرۃ الحفاظ ص ۲۷۴ ج ۱ بکتہ تاریخ بعد المخطیب ج ۲ ج واصابہ ج ۲ جز، (از حافظ طابن ج ۲ ج) میں نقل کیا گیا کہ امام ابو یکبر بن ابی داؤد نے کہا کہ میں ابو ہریرہؓ صحابی کی روایتیں جمع کرتا تھا۔ پھر میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کو خواب میں دیکھا تو مجھ کو حضرت ابی ہریرہؓ نے فرمایا ”انا اول صاحب حدیث فی الدنیا“ یعنی میں دنیا میں پہلا اہل حدیث ہوں“

ان تاریخی نقول سے صاف ظاہر ہے کہ تابعین ہم صحابہ کو لقب ”اہل حدیث“ سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ امام ترمذی جو محدث ہے میں پیدا ہوئے اور مسٹر ۲۶۹ میں انتقال فرمایا۔ وہ اپنی جامع ترمذی میں جا بجا اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں لہذا آپ ضرور اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ ”اہل حدیث“ نام کوئی نئی چیز نہیں جیسا برادران احناف سمجھتے ہیں بلکہ یہ لقب صحابہ، تابعین اور تابعین بھی کے زمانہ (بخاری القروان ہے) میں مستعمل تھا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ صحابی جب نوجوان طلباء کو دیکھتے تو بے ساختہ فرماتے ”اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے لیے مرحبا کہنے کی وصیت فرمائی ہے اور تمہارے لیے کشادگی مجلس کا حکم فرمایا ہے تاکہ تمہیں ہم حدیث نبوی سمجھائیں۔ تم ہمارے خلیفہ ہواؤ“ ہمارے بعد اہل حدیث خلیفہ ہیں (دیکھو کتاب شرف، اصحاب الحدیث ج ۲ للحافظ خطیب بغدادی ج ۲ ج ۳) دوسرے اس مبارک لقب اہل حدیث کے معنی پر بھی غور کریں تو آپ پرواضح ہو جائے گا

کے لفظ اہل حدیث اور لفظ مسلم کے معنوں میں باکل اتحاد ہے۔ دونوں میں سرتوں بھی فرق نہیں کیونکہ لفظ اہل حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ پسیغیر اسلام کی سنت اور راستہ پر چلنے والا اور یہی معنی لفظ مسلم کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت و فراشبذرداری کرنے والا۔ چنانچہ اسلام کے لغوی معنی ”مسلمان شدن و گردن نہادن بطاعت“ ہیں۔  
 تیسرا توجیہ اور سینے اب قرآن پاک پر بھی حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ  
 فیا حدیث بعدہ یومنون۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا:-  
 فَإِنْ خَيْرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهُدَىٰ هَدَايَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيثُ۔

”یعنی بہتر حدیث کتاب اللہ ہے اور بہتر طریقہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا“  
 پس اگر باقاعدہ اصول فقه عموم مجاز کی روشنی میں حدیث کو دیکھیں تو لازمی طور پر  
 اہل حدیث کا ترجمہ یہ ہوا قرآن اور حدیث والا۔ پس بխاطر لفظ و معنی اہل حدیث کوئی  
 نیالقب نہیں اور نہ اہل حدیث کا کوئی دستور العمل ایسا ہے جو سلف صالحین صحابہ و  
 تابعین کے خلاف اور ان سے علیحدہ ہو۔ اور چونکہ اس ذرقة کی تسبیت کسی غیر کی طرف نہ  
 تھی بلکہ طبقہ اوپر کی طرح صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اس لیے اس جماعت  
 نے اپنے طریق عمل کے مطابق اپنا القب اہل حدیث رکھا جو اس کے طریق عمل کے لحاظ  
 سے بہت موزوں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت حقہ نے آج تک نہ کسی غیر کی طرف  
 اپنی نسبت لگائی اور نہ کسی غیر کا تعلق جزو ایمان سمجھا ہے  
 نبی کے امتی ہیں ہم نہ کہلاویں کسی کے ہم  
 کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم

رہایہ امر کہ فرقہ ناجیہ ان تہتر فرقوں میں سے کو نساہے تو اس کے متعلق گزارش  
 ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہتر فرقوں کا بیان کرتے ہوئے فرقہ ناجیہ کا

بیان فرمایا ہے۔ وہاں خود آپ نے صحابہ کے سوال پر اس کی تشریح فرمادی کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جس کا عمل و عقیدہ میرے اور میرے صحابہ جیسا ہو لیجی میری سنت و روش صحابہ پر ہو۔ چنانچہ حدیث کے لفظ یہ ہیں:-

سَتَّفَتَرِقُ أُمَّةٌ عَلَىٰ ثَلَاثَتْ دَسَيْعِينَ مَلَةً كُلُّهُمُ فِي النَّارِ إِلَّا مُلْمِلَةً وَّاَحِدَةً  
تَقِيلَ مَنْ هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ رَوَاهُ التَّرمِذِي  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”میری امت تھری فرقے ہو جائے گی سوائے ایک فرقے کے سب دوزخی ہیں۔ کہا گیا وہ ناجیہ فرقہ کون ہے یا رسول اللہ! فرمایا ناجیہ فرقہ وہ ہے جس کا میرے اور میرے صحابہ کے مطابق عمل و عقیدہ ہو گا۔“

اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو جماعت نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل کو براہ راست اپنا مذہب سمجھتی ہے وہ ہی فرقہ قد میرے ناجیہ ہے۔ اب آپ مذہبی دنیا میں اگر نظر غور دیکھیں گے تو بجز جماعت اہل حدیث کے کوئی فرقہ ایسا نہ پائیں گے جس نے براہ راست حدیث نبوی اور عمل صحابہ کو دستور العمل بنایا ہو۔ بلکہ وہ قرآن و حدیث کی پیروی اپنے امام کی ماتحتی میں کرتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہر ایک نے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ جو کچھ ہمارے امام نے (جس کے ہم مقلد ہیں) سمجھا اور حکم دیا ہے اسے یہے وہی دلیل اور شریعت ہے نہ ہم اپنی خدا دسمجھ کو داخل دیں اور نہ کسی دوسرے امام کی سینیں۔ پس جس فرقہ کے مذہبی اصول طبقہ اولیٰ کے مسلمانوں سے ملتے جلتے ہوں گے وہی فرقہ ناجیہ کہلاتے گا۔ اور جس فرقہ کے اصول جدید ہوں گے وہی فرقہ جدید اور غیر ناجی الزام سے ملزم ہو گا۔ اب ہمارے سامنے چاروں مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی موجود ہیں۔ ان سب کا عمل ایسا اصول ہے کہ قرآن و حدیث پر بغیر توسط امام مجتہد کے عمل نہیں کیا جا سکتا، اس لیے یہ فرقے اپنے اپنے اماموں کے مقلد کہلاتے ہیں۔

برخلاف اہل حدیث کے کروہ اس کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں یہ شرط اور قید طبقاً ولی  
صحابہ و تابعین میں نہ تھی یہ زمانہ نہیں القرون میں تھے۔ ہم ان کی روشن سے ہرگز نہ ہٹیں گے۔  
چنانچہ بڑے بڑے حدیثیں و بزرگان دین نے حدیث مرفوع ذیل  
لاتزال طالفة من امتی منصورین لا يضرهم من خذ لهم حتى تقويم

اساعته رواۃ الترمذی (مشکوٰۃ ترمذی)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی امت میں ایک فرقہ ہمیشہ منصور اور حق پر ہے گا  
یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔“

کی تشریع اس طور سے فرمائی ہے کہ مراد اس طائفہ منصورین سے اصحاب الحدیث میں یعنی  
المحدثیت گروہ۔ ان بزرگوں کے اسماء یہ ہیں:-

قال ابن المديني هم اصحاب الحديث مشکلة مت طبع فاروق دہلی)

قال احمد بن حنبل ان لم يكونوا اصحاب الحديث فلا ادرى منهم رشرا اصحاب الحديث

قال یزید بن هارون ان لم یکونوا اصحاب الحديث فلا ادرى من هم (ایضاً ص۲۳)

قال عبد الله بن مبارک هم عندي اصحاب الحديث (ایضاً ص۲۴)

قال الامام البخاری یعنی اصحاب الحديث (ایضاً ص۲۵)

وقال امام الصوqیة الشیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی ولا اسم لهم  
الا اسم واحد وهو اصحاب الحديث ولا یلتحق بهم ما قبلهم به اهل  
البدع كما نام یلتحق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قسمیة کفار مکة ساحراً  
وشاعراً و مجنوناً و مفتوناً و کاہناً (غینیۃ الطالبین ص۲۶ طبع لاهور)

”یعنی حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت ان کا نام  
صرف ایک ہی ہے یعنی اہل الحدیث، اور یہی فرقہ ناجیہ ہے اور جنام ان کے اہل بدعت  
رکھتے ہیں وہ ان پر صاقی نہیں آتے جیسے کفار مکہ کے نام رکھتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ماحر، شاعر، مجنوں، کا ہن دغیرہ آپ پر صادق نہ سمجھتے (کیونکہ آپ تو اللہ کے نزدیک  
نبی برحق تھے)

ایسے ہی آپ نے ایک دوسرے مقام پر اور فرمایا ہے۔ واما الفرقۃ الناجیۃ  
فھی اهل السنۃ والجماعۃ (غذیۃ الطالبین ص ۲۹)

اقوال مذکورہ کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ:-

”طائفہ حقہ جو قیامت تک قائم رہے گا وہ اہل حدیث ہی ہے“

اور بعض متخصصین احاف اہل حدیث سے متنفر کرنے کے لیے یہ کہدیا کرتے ہیں کہ  
اہل حدیث فرقہ وہابیہ ہے جو عبد الوہاب بن حنبل کا پیروکار ہے تو ہم ایسے بے علموں کو علی الاعلان  
کہتے ہیں کہ یہ تمہارا جماعت اہل حدیث پر محض افتراء ہے۔ دوسرے جب تم ان کو غیر مقلدین  
کہتے ہو تو پھر کس منہ سے ان کو عبد الوہاب بن حنبل کا پیروکار کہتے ہو وہ تو خود مقلدِ ضلیل نہ ہے۔  
گویا تمہارے چھپرے بھائی تھے اور اہل حدیث تو اس سے پہلے سے پلے آتے ہیں جب  
سے باñی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف نبوت سے سرفراز ہوئے، چنانچہ تمام  
صحابہ اور جملہ تابعین و ائمہ دین اہل حدیث تھے (دیکھو شرف اصحاب الحدیث ص ۳)

بنابریں یفضلہ تعالیٰ جماعت اہل حدیث کا لقب اہل حدیث سے ملقب ہونا قرآن و حدیث  
اور تاریخ دغیرہ سے بجوبی ثابت ہو گیا۔

## فصل ۶

### اتقداء اہل حدیث اور علماء احاف

یہ بات مخفی نہیں کہ اس پڑا شوب زمانہ میں اکثر برادران احاف نے جماعت  
اہل حدیث پر آئے دن بیجا اتنا مات لگا کر بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اہل حدیث  
سے بذلن کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ نماز، جو ایک اسلامی رکن ہے اس کو بھی اپنی مساجد

میں ان کو نہیں پڑھنے دیتے بلکہ اپنے علماء، مسعود سے اخراج ابوہابیین عن المساجد کے بوسیدہ قتاوے اور رسائل طبع کردا کرشاٹ کرتے ہیں جو ان کے تعصیب مذہبی اور جہالت<sup>۹</sup> نادانی کی واضح دلیل ہے۔ بنابریں ہم مسلم علمائے اخاف کے چند قتاوی دربارہ اقتداء المحدثیث ذیل میں درج کرتے ہیں اور ناظرین سے دادا الصاف چاہتے ہیں:-

سید الطائفہ خفیہ دیوبند مولانا مولی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:-

”غیر مقلدین کا اہل سنت سے کسی اعتقادی امر میں اختلاف نہیں اس لیے یہ لوگ اہل سنت ہیں اور ان کے پچھے اقتداء درست ہے۔“ (قتاوی رشیدیہ ص ۲ جلد دوم طبع دل)

مولانا اشرف علی صاحب حنفی دیوبندی فرماتے ہیں:-

” واضح ہو گیا کہ غیر مقلد کے پچھے پیغمبر طیک عثمان میں موافق ہو اگرچہ بعض فروع میں مخالف ہو

اقتداء جائز ہے۔ اور جو غیر مقلد نہ ہے میں کافر ہو لیکن عقائد درست ہوں تو مسلمان

بھی ہے اور سچی بھی ہے：“ (قتاوی امدادیہ ص ۹۳-۹۴ جلد اول)

مولانا مولی عزیز الرحمن صاحب مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”المحدثیث غیر مقلدین مسلمان ہیں کافر و مرتد کہنا ان کو جائز نہیں بلکہ حرام و معصیت ہے اور

اس باسے میں سخت وعید و ارادہ ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اس کے کفر کا خوف ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ ایمار جل قال لاخیہ کافر فقد بادیه احد هما و

کمال۔ اور نماز مقلدین کی غیر مقلد کے پچھے او غیر مقلد کی مقلد کے پچھے صحیح ہے۔ (کتبہ

عزیز الرحمن عثمانی مفتی دیوبند منتقول از اخبار مہاجر ۲۹ جون ۱۹۲۸ء)

مولانا مولی عثمانی مفتی محمد کفایت اللہ حنفی صدر جمیعتۃ العلماء ولہ ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:-

”مقلد حنفی کسی غیر مقلد یا شافعی ہاں کی دغیرہ کے پچھے نماز پڑھ سکتا ہے البتہ ایسی صورت

میں کہ امام مبتدع یا فاسق ہواں صورت میں نماز مکروہ ہو گئی محض عدم تقلید یا کسی دوسرے امام کی تقلید کی وجہ سے اتنا دن ناجائز نہیں ہے۔ امام کو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں کے مذہب کی رعایت رکھے اور نماز میں کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے مقتدیوں کے نزدیک نماز فاسد یا مکروہ ہو جاتی ہے۔ آٹھ رکعت تزادیخ غیر مقلد کے پچھے پڑھ کر حنفی اپنی بائیہ باقی رکعتیں پوری کر سکتے ہیں۔ تکمیرات عیدین میں بھی اسی حد تک امام کا اتباع کر سکتا ہے جس حد تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے تکمیرات منقول ہیں۔ ”کتبہ محمد کفایت اللہ غفرانہ مدرسہ امینیہ دہلی“ نقل مطابق اصل ہے۔

مولانا مولیٰ عبد الحی صاحب حنفی لکھنؤی رسالہ قول سدید مؤلفہ علامہ محمد بن عبد الغظیم کی حنفی سے تسلیماً نقل فرماتے ہیں :-

يُجَوزُ صِلْوَةُ الْمُسْلِمِينَ بِعِصْمِهِمْ خَلْفُ بَعْضٍ كَمَا كَانَ الصَّحَابَةُ وَالْتَّابِعُونَ  
وَمِنْ بَعْدِهِمْ مِنَ الْأَشْهَادِ الْأَرْبَعَةِ يَصْلِي بِعِصْمِهِمْ خَلْفُ بَعْضٍ مَعَ تَنَازُعِهِمْ  
فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ الْمَذَكُورَةِ وَغَيْرُهَا وَاسْمُ يَقِيلَ أَحَدُ مِنَ السَّلْفِ أَنَّهُ لَا  
يَصْلِي بِعِصْمِهِمْ خَلْفُ بَعْضٍ وَمِنْ أَنْكَرَ ذَلِكَ فَهُوَ مبتدعٌ ضَالٌ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ  
وَالسَّنَّةِ وَاجْمَاعِ سُلْفِ الْأَمَةِ وَائْتَهَا إِلَّا (بِجَمِيعَةِ الْفَتاوَىِ ص ۲۵۷ ج ۲ طبع يوسف بکھن)

”مسلمانوں کی آپس میں ایک دوسرے کے پچھے نماز جائز ہے جیسے صحابہ و تابعین بلکہ جوان کے بعد ائمہ اربعہ ہوئے وہ بھی سب ایک، دوسرے کے پچھے نماز پڑھتے رہے باوجود اس بات کہ ان میں چند سائل متنازعہ بھی تھے۔ (جیسے آئین بالجھ و رفع الیہین و بہر بسم اللہ و نبیہ) لیکن نماز ایک دوسرے کے پچھے پڑھتے لختے اور کسی سلف نے یہ نہیں کیا کہ (ان فروعی سائل کی وجہ سے) ایک دوسرے کے پچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اور جو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا وہ شخص بدعتی اور گمراہ مخالف کتاب و سنت اور اجماع است ہے بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب فقہ اکبر کے صے میں تو یہاں تک فرماتے ہیں :-

وَالصُّلُوةُ خَلْفُ الْكِبَرِ بِرُوفَا جَرْمَنِ الْمُؤْمِنِينَ جَائزَةٌ۔

”ہر ایک نیک و بد مومن کے پیچے نماز جائز ہے“

لہذا اہل حدیث کے پیچے بطور اولیٰ درست ہو گئی کیونکہ یہ لوگ جمیع عقائد و عملیات میں متبع قرآن و حدیث ہیں۔  
نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ:-

”حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابی ولید بن عقبہ جو شرایط پیش تھا اس کے پیچے نماز پڑھتے تھے؛ دیکھو شرح فقہ اکبر ملائی القاری ۱۷۹ مطبوعہ درہلی۔“

پس ان جملہ اقوال سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث کی آقدم درست و صیحہ ہے کیونکہ اہل حدیث کا ہر ایک عمل و عقیدہ سلف امت صنایبہ و تابعین و ائمہ ارجعہ امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے موافق ہے جیسا کہ اس رسالہ میں ہم نے مسائل احتیازی اہل حدیث کو ثابت کرتے ہوئے بطور تائید و تصدیق بزرگان احناف کے مسلم و مقبول اقوال ذکر کیے ہیں۔

و اتفاق یہ ہے کہ اہل حدیث کے جملہ عقائد وہی ہیں جو بطریق محدثین صحیح سن و قوی دلیل قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ اب انصاف ہم ناظرین رسالہ پر چھوڑتے ہیں اور ہماری غرض فقط اصلاحِ مومنین ہے زادفاذ و تفرقی بین المسلمين۔

آخری در دمندانہ گذارش | جس کسی مسلم بھائی کو ہماری کسی بات میں شبہ ہو تو وہ قرآن و حدیث و شروح حدیث کاغور سے مطالعہ کرے اور ٹھنڈے دل سے تھصیب مذہبی کو دور کر کے خالی الذہن ہو کر انصاف کرے تو انشاء اللہ اس پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ رہا اختلاف فہم تو یہ ایک ترقی امر ہے لیکن تھصیب وہی دھرمی بہت بری خصلت ہیں۔ یہ جس کسی کے دل میں جگہ پکڑتی ہیں تو انسان کو حق بات کے قبول کرنے سے مانع ہوتی ہیں۔ پس ہر ایک مسلم بھائی کو میری نصیحت ہے کہ موجودہ زمانہ میں استحاد و اتفاق کو اپس

میں دستور العمل بنائے اور آئے دن کے نفاق و شقاق کو چھوڑ کر مخالفینِ اسلام عیسائی و آریہ دہت پرست اقوام میں تبلیغِ اسلام کرے۔

مسلم بھائیو! آج آپ کو یہ بھی خیر ہے کہ نیبہ مسلم اقوام تمہارے ٹانے کے لیے اپنی بانی و مالیٰ قربانیاں کر رہے ہیں اور جگہ جگہ ان کی تبلیغی انجمنیں اور مدرسے اور سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں اور جو تمہارے بہت سے کلمہ گو بھائی تھے ان کو دیبات و گاؤں میں انہوں نے عیسائی و آریہ بنا لیا ہے۔ لیکن افسوس تم مسلمان آپس میں ہی لڑ بھگڑ کر اپنی قوت کو فنا کر رہے ہو۔ خدا را ب توسیعہ اور علماء سود کے دام تزویر سے بچو کیونکہ ایسے علماء مسلمانوں کو لڑا کر اپنا الو سیدھا کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

فِيَا إِيَّاهَا الْخَلَانَ اَنَا كُمُّ النَّذِيرِ الْعَرِيَانَ وَمَا عَلِيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ وَعَلَى اللَّهِ التَّكْلَانُ

## وَتَمْ بَالْخَيْر

(لئے واضح رہے کہ یہ کتاب آج سے اکتا ہیں سال پہلے (تقریباً سال ۱۹۲۳ء) میں تایف کی گئی تھی (جب یہ کہ پیش نظر میں لکھا گیا ہے) جب کہ بر صنیع میں آریہ اور عیسائی دونوں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈا میں سرگرم تھے۔ تابیر میں حضرت مولفؐ کی یہ "در دندا نہ گزارش" اُس دور کی فضائے محااظ سے تھی۔ تاہم آج کے بدلتے ہوئے حالات پر بھی مطبوع ہے۔ واللہ لمحو فی)

# مطوعات مکتبہ سلسلہ مدرسہ

**الله بالغ** تأليف: سهر شاه ولد الأز  
دبلي - ديوه مشور كتابي

وہ جھٹکا، خفہ، تصرفت، جگہت، تشریف، اسرار و حقائق اور  
علاق و فلسفہ کے مضمون جیسا کہ شرک ہے پاکستان میں پہلی تحریر  
کی مسیار پر اپنائی کی گئی ہے۔ اپنے سبب مبتداً، مزید جانکاری ملکی طور پر  
تالیع حضرت شاہ فیض الدین شیخ زادہ علی گردیزی

سنت لسان شریف مع شرح اس شرح میں

علمائی میں کے حواہی تمام وکال موجود ہیں علاوہ ازیں حضرت

شانہ میں آدھری کے معنی افادا، حضرت شیخ حسین بن حنفیہ رضی  
میں کوی حدیث تعمیح، تراجم ارواء کا حل بعض ایواں سے احادیث کی

طبیعت مختلف شخص سخا و معاملہ کے مقن کی تصحیح اور بعض فقیہ مسائل  
مشکلہ ترین سخا کے خود مستانہ و مذکورہ ہے جس کے

**مشهار حکمۃ اللہ تعالیٰ** شیعہ و سنی زراعی مسائل

فِي نَفْضِ كَلَامِ اِشْعَيَا وَالْقُدُّسِ

سینکڑیں جنہا کا بنیظی فرنگیہ مکھے مطہرہ نسخہ سے اعلیٰ جلت  
انقدر تھے۔

جیس پاسان ہیں پی مرہ امدادیہ اسٹھیتہ بروپیقہ لعائے سامع  
کوئیک سعاد و حمل کر رہا ہے شروع میں ہمیشہ افزوں میں کے علاوہ

ہبھاج الکرما بمحیٰ چھڑا دی کئی ہے جس کے جواب مہبھاج لاشتہ کھوگی کئی  
لشته امام لمسٹہ ملطفہ شالح، امام سلسلہ امام رضا علیہ السلام

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ محدث عالم اصحاب مجمع

وستفاف آیینہ کرکے رہئے تاں مامن زانی کوئی بدعا و نجع  
رسوم پر اس سختاں قسم اس حدشی کے مخصوص دلائل کی حقیقت بھرپور

تفقید کی ہے تفسیر حدیث اور فقر کے بہت سے متعلقہ مباحث پر  
شما علی چشمہ کا شرکت میں ہو تو نہیں مجبوری پڑے گی۔

لِفَتَّاتِينَ أَلِ الْأَحْمَادِ أَلِ الرَّشَّانِ | مُضْرِعٌ

ظاہر ہے۔ مثلاً اور عمقانہ کتابتی سے چس کے مل عزی

نئے کو مصادر بیروت کے اعلیٰ معیار کے مطابق شائعہ کیا گیا ہے۔

# پہلے ایک شہری اپنے سلسلہ میں، شیش محل وہ، لاہور